نمبر ۲۹ و ۳۰ دار الامان قادیان مورخہ ۳۱ - اگست و ۱۰ - ستمبر ۱۹۰۴ء جلد (۸)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے لکھا تھا کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاہور تشریف بری کے متعلق ایک مفصل اور مستقل آرٹیکل ہم لکھنا شروع کریں گے - لیکن ۳ - ستمبر کو جو عظیم الشان جلسہ لاہور میں ہوا - اور جو لیکچر حضرت خلیفۃ اللہ کا اس میں پڑھا گیا اس کا جلد تر شائع ہونا ضروری سمجھا گیا اور دوسرے حالات کا بعد میں شائع ہو جانا کچھ غیر موزوں اور نامناسب نہیں ہوگا - اس لئے ہم ذیل میں اس جلیل الشان لیکچر کو جو اس سفر کی جان اور اصل غرض ہے - بغیر کسی قسم کی تمہید کے درج کرتے ہیں - اور مفصل حالات جو اس سفر کے متعلق ہم لکھنا چاہتے ہیں انکا سلسلہ اگلی اشاعت سے انشاء اللہ شروع کریں گے -

(ایڈیٹر)

اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب

{وہ عظیم الشان لیکچر جو حضرت مسیح موعودؑ نے ۳ - ستمبر ۱۹۰۴ء کو بمقام لاہور دیا - ایڈیٹر}

اوّل میں اوس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے ایسی پُرامن گورنمنٹ کے سایہ میں جگہ دی ہے جو ہمیں اپنے مذہبی اشاعت سے نہیں روکتی اور اپنے عدل اور دادگستری سے ہر ایک کا نٹا ہماری راہ سے دور کرتی ہے سو ہم خدا کے شکر کے ساتھ اس گورنمنٹ کا بھی شکر کرتے ہیں +

بعد اس کے اے معزز سامعین اس وقت میں اون مذہبوں کی نسبت جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں - اور جہاں تک مجھ سے طاقت ہے میں تہذیب کی رعایت سے بات کرونگا تاہم میں جانتا ہوں کہ طبعاً بعض انسانوں کو اون سچائیوں کا سننا ناگوار معلوم ہوتا ہے جو ان کے عقیدہ اور مذہب کے مخالف ہوں سو یہ امر میرے اختیار سے باہر ہے کہ اس فطرتی نفرت کو دور کر سکوں بہر حال میں سچائی کے بیان میں بھی ہر ایک صاحب سے معافی چاہتا ہوں +

اے معزز صاحبان - مجھے بہت سے غور کے بعد اور نیز خدا کی متواتر وحی کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اگرچہ اس ملک میں مختلف فرقے بکثرت پائے جاتے ہیں اور مذہبی اختلافات ایک سیلاب کی طرح حرکت کر رہے ہیں - تاہم وہ امر جو اس کثرت اختلافات کا موجب ہے وہ درحقیقت ایک ہی ہے - اور وہ یہ ہے کہ اکثر انسانوں کے اندر سے قوت روحانیت اور خداترسی کی کم ہوگئی اور وہ آسمانی نور جس کے ذریعہ سے انسان حق اور باطل میں فرق کر سکتا ہے وہ قریباً بہت سے دلوں میں سے جاتا رہا ہے - اور دنیا ایک دہریت کا رنگ پکڑتی جاتی ہے یعنی زبانوں پر تو خدا اور پرمیشور ہے اور دلوں میں ناستکمت کے خیالات بڑھتے جاتے ہیں - اس بات پر یہ امر گواہ ہے کہ عملی حالتیں جیسا کہ چاہئے درست نہیں ہیں - سب کچھ زبان سے کہا جاتا ہے مگر عمل کے رنگ میں دکھلایا نہیں جاتا - اگر کوئی پوشیدہ راست باز ہے تو میں اوسپر کوئی حملہ نہیں کرتا مگر عام حالتیں جو ثابت ہوری ہیں وہ یہی ہیں کہ جس غرض کے لئے مذہب کو انسان کے لازم حال کیا گیا ہے وہ غرض مفقود ہے دل کی حقیقی پاکیزگی اور خدا تعالےٰ کی سچی محبت اور اوسکی مخلوق کی سچی ہمدردی اور حلم اور رحم اور انصاف اور فروتنی اور دوسرے تمام پاک اخلاق اور تقویٰ اور طہارت اور راستی جو ایک روح مذہب کی ہے - اوس کی طرف اکثر انسانوں کو توجہ نہیں مقام افسوس ہے کہ دنیا میں مذہبی رنگ میں تو جنگ وجدل روز بروز بڑھتے جاتے ہیں - مگر روحانیت کم ہوتی جاتی ہے - مذہب کی اصلی غرض اوس سچے خدا کا پہچاننا ہے - جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا ہے اور اوس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ غرض اس زمانہ میں بالائے طاق رکھ کر اور اکثر لوگ دہریہ مذہب کی کسی شاخ کو اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں اور خدا تعالےٰ کی شناخت بہت کم ہو گئی ہے اسی وجہ سے زمین پر دن بدن گناہ کرنے کی دلیری بڑھتی جاتی ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ جس چیز کی شناخت نہ ہو نہ اوسکا قدر دل میں ہوتا ہے اور نہ اوس کی محبت ہوتی ہے اور نہ اوس کا خوف ہوتا ہے تمام اقسام خوف اور محبت اور قدر دانی کے شناخت کے بعد پیدا ہوتے ہیں - پس اس سے ظاہر ہے - کہ آجکل دنیا میں گناہ کی کثرت بوجہ کمی معرفت ہے اور سچے مذہب کی نشانیوں میں سے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اوس کی پہچان کے وسائل بہت سے اُس میں موجود ہوں تاکہ انسان گناہ سے رُک سکے اور تا وہ خدا تعالےٰ کے حسن و جمال پر اطلاع پا کر کامل محبت اور عشق کا حصہ لیوے - اور تا وہ قطع تعلق کی حالت کو جہنم سے زیادہ سمجھے یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالےٰ کی محبت میں محو ہو جانا انسان

یا نمونہ گذر رہا ہے اب کیا یہ اس بات کا نشان نہیں کہ وہ مجدد آگیا۔ اور تیسری شرط یعنی اگر کیا خدا نے اوسکی تائید بھی کی ہے یا نہیں سو اس شرط کا مجھ میں پایا جانا بھی ظاہر ہے کیونکہ اس ملک کی ہر ایک قوم کے بعض دشمنوں نے مجھے نابود کرنا چاہا اور ناخنوں تک زور لگایا اور بہت کوششیں کیں لیکن وہ اپنی تمام کوششوں میں نامراد رہے کسی قوم کو یہ فخر نصیب نہوا کہ وہ کہہ سکے کہ ہم نے اس شخص کے تباہ کرنے کے لئے کسی قسم کی کوشش نہیں کی اور اون کی کوششوں کے برخلاف خدا نے مجھے عزت دی اور ہزارہا ہزار لوگوں کو میری تابع کر دیا پس اگر یہ خدائی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھا۔ کسکو معلوم نہیں کہ سب قوموں نے اپنے اپنے طور پر زور لگائے کہ تا مجھے نابود کر دیں مگر میں اون کی کوششوں سے نابود نہ ہو سکا بلکہ میں دن بدن بڑھتا گیا یہاں تک کہ دو لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہو گئی پس اگر خدا کا ایک پوشیدہ ہاتھ میرے ساتھ نہ ہوتا اور اگر میرا کاروبار محض انسانی منصوبہ ہوتا تو ان مختلف تیروں میں سے کسی تیر کا بھی ضرور نشانہ ہو جاتا اور کبھی کا تباہ ہوا ہوتا اور آج میری قبر کا بھی نشان نہ ہوا ہوتا کیونکہ جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے اوس کے مارنے کے لئے کئی راہیں نکل آتی ہیں وجہ یہ کہ خدا خود اوسکا دشمن ہوتا ہے مگر خدا نے ان لوگوں کے تمام منصوبوں سے مجھے بچا لیا جیسا کہ اوس نے چوبیس برس پہلے خبر دی تھی ماسوا اس کے کہ یہ کیسی عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ خدا نے میری تنہائی اور گمنامی کے زمانہ میں کھلے لفظوں میں براہین احمدیہ میں مجھے خبر دی کہ میں تجھے مدد دوں گا اور ایک کثیر جماعت تیرے ساتھ کر دوں گا۔ اور رجوع کرنے والوں کو نامراد رکھوں گا پس ایک منصف دل لیکر سوچو کہ یہ کس قدر تمایاں تائید ہے اور کیسا کھلا کھلا نشان ہے کیا آسمان کے نیچے ایسی قدرت کسی انسان کو ہے یا کسی شیطان کو کہ ایک گمنامی کے وقت میں ایسی خبر دے اور وہ پوری ہو جاوے اور ہزاروں دشمن اٹھیں مگر کوئی اس خبر کو روک نہ سکے پھر چوتھی یہ شرط تھی کہ مخالفوں نے جو اعتراض کئے تھے اون اعتراضات کا پورا پورا جواب دیا گیا یا نہیں یہ شرط بھی صفائی سے طے ہو چکی کیونکہ مخالفوں کا ایک بڑا اعتراض یہ تھا کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہی دوبارہ دنیا میں آئیں گے پس انکو جواب دیا گیا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور پھر دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آئیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ انھیں کی زبان سے فرماتا ہے۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم یعنی آیتوں کو ساتھ ملا کر ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قیامت کو حضرت عیسیٰ سے پوچھے گا کہ کیا تو نے ہی یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا اور ہماری پرستش کرنا اور وہ جواب دیں گے کہ اے میرے خدا اگر میں نے ایسا کہا ہے تو تجھے معلوم ہوگا کیونکہ تو عالم الغیب ہے میں نے تو وہی باتیں اون کو کہیں جو تو نے مجھے فرمائیں یعنی یہ کہ خدا کو وحدہ لا شریک اور مجھے اوسکا رسول مانو میں اسوقت تک اون کے حالات کا علم رکھتا تھا جب تک کہ میں اون میں تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی اونپر گواہ تھا مجھے کیا خبر ہے کہ میرے بعد انہوں نے کیا کیا۔ اب ان آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ یہ جواب دیں گے کہ جب تک میں زندہ تھا عیسائی لوگ بگڑے نہیں تھے اور جب میں مر گیا تو مجھے خبر نہیں کہ ان کا کیا حال ہوا پس اگر مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابتک زندہ ہیں تو ساتھ ہی ماننا پڑے گا کہ عیسائی بھی اب تک بگڑے نہیں اور سچے مذہب پر قائم ہیں پھر ماسوا اس کے اس آیت میں حضرت عیسیٰ نے اپنی وفات کے بعد اپنی بے خبری ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے میرے خدا جب تو نے مجھے وفات دیدی اسوقت سے مجھے اپنی امت کا کچھ حال معلوم نہیں پس اگر یہ بات صحیح مانی جائے کہ وہ قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے اور مہدی کے ساتھ ملکر کافروں سے لڑائیاں کریں گے تو نعوذ باللہ قرآن شریف کی یہ آیت غلط ٹھہرتی ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن خدا تعالیٰ سے جھوٹ بولیں گے اور اس بات کو چھپائیں گے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے تھے اور چالیس برس تک رہے تھے اور مہدی کے ساتھ ملکر عیسائیوں سے لڑائیاں کی تھیں پس اگر کوئی قرآن شریف پر ایمان لانے والا ہو تو فقط ایک ہی آیت سے تمام وہ منصوبہ باطل ثابت ہوتا ہے جسمیں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مہدی خونی پیدا ہوگا اور عیسیٰ اسکی مدد کے لئے آسمان سے آئیگا بلاشبہ وہ شخص قرآن شریف کو چھوڑتا ہے جو ایسا اعتقاد رکھتا ہے۔ پھر جب ہمارے مخالف ہر بات میں مغلوب ہو جاتے ہیں تو آخر کار یہ کہتے ہیں کہ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں جیسے کہ آتھم کی پیشگوئی میں کہتا ہوں کہ اب آتھم کہاں ہے اس پیشگوئی کا تو ماحصل یہ تھا کہ جو شخص جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی وفات پا جائیگا سو آتھم وفات پا گیا اور ابتک زندہ ہوں اور وہ پیشگوئی شرطی تھی یعنی میعاد اوس کی شرط سے وابستہ تھی پس جس حالت میں آتھم پیشگوئی کو سنکر ڈرتا رہا تو اس نے اس شرط کو پورا کر دیا اسلئے چند مہینے اور مہلت اوسکو دی گئی تعجب کہ ایسے اعتراض کرنے والے اس بات کو نہیں سوچتے کہ جو یونس نبی نے پیشگوئی کی تھی اس کے ساتھ تو کوئی شرط نہ تھی جیسا کہ یونس نبی کی کتاب میں لکھا ہے تاہم وہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ اصل بات یہ ہے کہ وعیدی پیشگوئیاں یعنی وہ پیشگوئیاں جنمیں کسی پر عذاب نازل ہونے کا وعدہ ہو وہ خدا کے نزدیک ہمیشہ توبہ کی شرط سے یا صدقہ خیرات کی شرط سے مشروط ہوتی ہیں یا خوف کی شرط سے مشروط ہوتی ہیں۔ اور توبہ اور استغفار اور صدقہ خیرات اور خدا تعالیٰ کو ڈرنے کے ساتھ ان پیشگوئیوں میں تاخیر ہو سکتی ہے یا بالکل مل سکتی ہیں۔ ورنہ یونس نبی نبی نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ اس کی قطعی پیشگوئی خطا گئی خدا کے عذاب کے ارادے جو کسی مجرم کی نسبت ہوتے ہیں صدقات خیرات دعا سے بھی مل سکتے ہیں اور مجرد خوف سے بھی مل سکتے ہیں۔ پس جو پیشگوئی عذاب پر مشتمل ہو اس کا ماحصل صرف اسقدر ہے کہ خدا تعالیٰ نے کسی شخص کی نسبت عذاب نازل کا ارادہ فرمایا ہے۔ جس ارادہ کو کسی نبی پر اس نے ظاہر بھی کر دیا ہے۔ پس کیا وجہ کہ وہ ارادہ اس حالت میں تو صدقہ خیرات اور دعا سے مل سکتا ہے۔ کہ جب کسی نبی پر ظاہر نہ کیا گیا لیکن جب ظاہر کیا گیا ہو تو پھر مل نہیں سکتا۔ یہ خیال سراسر بیوقوفی ہے اور اس میں تمام انبیا کی مخالفت ہے۔ ماسوا اس کے بعض پیشگوئیاں مجمل بھی ہوتی ہیں۔ اور بعض متشابہ ہوتی ہیں جو بعد میں ان کی حقیقت کھلتی ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ بعض وقت کسی پیشگوئی کے معنے کرنے میں ایک نبی کا اجتہاد بھی خطا ہو سکتا ہے جبر سے کچھ حرج نہیں۔ نبی کے ساتھ بھی بشریت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بارہ حواری بہشت میں بارہ تختوں پر بیٹھیں گے اگر یہ بات صحیح نہ ہوئی۔ بلکہ ایک حواری مرتد ہو کر جہنم کے لائق ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ زندہ ہونگے کہ میں دوبارہ آجاؤنگا یہ بات بھی صحیح نہ نکلی اور کئی اور پیشگوئیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باعث اجتہادی غلطی کے پوری نہیں ہو سکیں۔ غرض یہ اجتہادی غلطیاں تھیں۔ اور میری پیشگوئیوں کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی صبر اور صدق سے سمجھنے والا ہو تو ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیشگوئیاں اور نشان میری تائید میں ظاہر ہوچکے ہیں۔ پس بخت کیسی ہے کہ ہزارہا پیشگوئیوں سے جو پوری ہو چکیں کچھ فائدہ نہ اٹھایا جاوے اور اگر ایک سمجھ نہ آسکے تو اسکو نشانہ اعتراض کا بنا دیا جائے اور شور ڈال دیا جائے اور اسی پر تمام مفید کر دیا جائے میں امید کرتا ہوں اور یقین کامل سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص چالیس روز بھی میرے پاس رہے تو کوئی نشان دیکھ لیگا۔ اب میں ختم کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اسقدر طالب حق کیلئے کافی ہے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ **الراقم میرزا غلام احمد قادیانی:**

ایک آیت کے معنے از مسیح موعود

مجھ سے ایک صاحب حکیم مرزا محمود ایرانی نام نے آج ۲ ستمبر ۱۹۰۴ء کو بذریعہ ایک خط کے دریافت کیا ہے کہ یہ آیت کہ کیا معنی ہیں۔ فوجدھا تغرب فی عین حمئۃ پس واضح ہو کہ آیات قرآنی بہت سے اسرار اپنے اندر رکھتی ہیں جبر کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور جنکا ظاہر کے نیچے ایک باطن بھی ہے لیکن وہ معنے جو خدا نے میرے پر ظاہر فرمائے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ یہ آیت معہ اپنے سابق اور لاحق کے مسیح موعود کے لئے ایک پیشگوئی ہے اور اس کے وقت ظہور کو مشخص کرتی ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ مسیح موعود بھی ذوالقرنین ہے کیونکہ قرن عربی زبان میں صدی کو کہتے ہیں۔ اور یہ آیات قرآنی میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ وعدہ کا مسیح جو آخری وقت ظاہر ہوگا اوسکی پیدائش اور اوس کا ظاہر ہونا دو صدیوں پر مشتمل ہوگا چنانچہ میرا وجود اسی طرح پر ہے۔ میرے وجود نے مشہور معروف صدیوں میں خواہ ہجری ہیں خواہ عیسوی خواہ بکرما جیتی اس طور پر اپنا ظہور کیا ہے کہ ہر طرح دو صدیوں پر مشتمل ہے۔ صرف ایک ہی صدی تک میری پیدائش اور ظہور ختم نہیں ہوئے غرض جہانتک مجھے علم ہے میری پیدائش اور میرا ظہور ہر ایک مذہب کی صدی میں صرف ایک صدی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ دو صدیوں میں اپنا قدم رکھتا ہے۔ پس ان باتوں سے میں ذوالقرنین ہوں چنانچہ بعض احادیث میں بھی مسیح موعود کا نام ذوالقرنین آیا ہے ان حدیثوں میں بھی ذوالقرنین کے یہی معنے ہیں جو میں نے بیان کئے ہیں۔ اب باقی آیت کے معنے پیشگوئی کے لحاظ سے یہ ہیں۔ کہ دنیا میں دو قومیں بڑی ہیں جنکو مسیح موعود کی بشارت دیگئی ہے۔ اور یہی دعوت کے لئے پہلے انہیں کا حق ٹھہرایا گیا ہے سو خدا تعالیٰ نے ایک استعارہ کے رنگ میں اس جگہ فرمایا ہے کہ مسیح موعود جو ذوالقرنین ہے اپنی سیر میں دو قوموں کو پائیگا۔ ایک قوم کو دیکھیگا کہ وہ تاریکی میں ایک ایسے بدبودار چشمے پر بیٹھی ہے کہ جسکا پانی پینے کے لائق نہیں اور اس میں سخت بدبودار کیچڑ ہے اور اسقدر ہے کہ اب اسکو پانی نہیں کہہ سکتے۔ یہ عیسائی قوم ہے جو تاریکی میں ہے جنہوں نے مسیحی چشمے کو اپنی غلطیوں سے بدبودار کیچڑ میں ملا دیا ہے۔ دوسری سیر میں مسیح موعود نے جو ذوالقرنین ہے۔ ان لوگوں کو دیکھا جو آفتاب کی جلتی ہوئی دھوپ میں بیٹھے ہیں۔ اور آفتاب کی دھوپ اور انہیں کوئی اوٹ نہیں۔ اور آفتاب سے انہوں نے کوئی روشنی تو حاصل نہیں کی اور صرف یہ حصہ ملا ہے کہ اوس سے بدن انکے جل رہے ہیں۔ اور اوپر کی جلد سیاہ ہو گئی ہے۔ اس قوم سے مراد مسلمان ہیں جو آفتاب کے سامنے تو ہیں مگر کچھ بجز اس کے اونکو فائدہ نہیں ہوا یعنی انکو توحید کا آفتاب دیا گیا مگر بجز جلنے کے آفتاب سے انہوں نے کوئی حقیقی روشنی حاصل نہیں کی یعنی دینداری کی اچھی خوبصورتی اور اچھے اخلاق سے محروم ہو بیٹھے اور تعصب اور کینہ اشتعال طبع اور درندگی انکے حصہ میں آ گئے یہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے۔ کہ ایسے وقت میں مسیح جو ذوالقرنین ہے آئیگا جبکہ عیسائی تاریکی میں ہونگے اور ان کے حصہ میں صرف ایک بدبودار کیچڑ ہوگا جسکو عربی میں حماۃ کہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ میں صرف خشک توحید ہوگی۔ جو تعصب اور درندگی کی دھوپ سے جل رہے ہونگے اور کوئی روحانیت صاف نہیں ہوگی۔ اور مسیح جو ذوالقرنین ہے ایک تیسری قوم کو پائیگا جو یاجوج ماجوج کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوگی اور وہ لوگ بہت دیندار ہونگے اور انکی طبیعتیں سعادتمند ہونگی۔ اور وہ ذوالقرنین سے جو مسیح موعود ہے مدد طلب کریں گے تا یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچ جائیں۔ اور تا وہ ان کے لئے سد روئین بنا دیگا یعنی ایسے پختہ دلائل اسلام کی تائید میں انکو تعلیم دیگا کہ یاجوج ماجوج کے حملوں کو قطعی طور پر روک دیگا اور انکے آنسو پونچھیگا اور ہر ایک طور سے اونکی مدد کریگا۔ اور انکے

اور ہلے سلامتی ہوگا۔ یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو مجھے قبول کرتے ہیں۔ یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اور انمیں صریح طور پر میرے ظہور اور میرے وقت اور میری جماعت کی خبر دیگئی ہے پس مبارک وہ جو ان پیشگوئیوں کو غور سے پڑھے۔ قرآن شریف کی پیشگوئیاں [illegible]

مباحثہ

ضلع ہزارہ مقام داتہ میں مولوی عبد الرحمن صاحب وہابی اور سید محمد شاہ صاحب پشاوری کا مباحثہ ہوا مولوی عبد الرحمن نے اثبات حیات مسیح سے عاجز آکر وفات مسیح کو تسلیم کر لیا اور رحم خاں صاحب کے کہنے سے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھدیا محمد یمین

باعث تحریر آنکہ

میرا اعتقاد ہے کہ عیسے علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اب اگر سید محمد شاہ صاحب مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا آیت قرآن شریف سے ثابت کر دیں تو میں مرزا صاحب کا دعوے مان لونگا

بقلم عبد الرحمن سکنہ داتہ
گواہ شد گواہ شد
سید احمد سید حبیب اللہ شاہ

جواب

از جانب سید محمد شاہ صاحب اپیل نویس پشاور حال وارد داتہ -

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سلسلہ خلافت و امامت کا برابر جاری رہنا آیۃ ذیل سے ثابت ہو وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم - سورہ نور رکوع ۷ یعنی اللہ تعالے وعدہ فرماتا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے رہے تو اون کو ملک میں ضرور خلیفہ بنائیگا جیسے اون لوگوں کو بنایا جو پہلے ہو گذرے ہیں۔ کما استخلف الذین من قبلھم سے کون لوگ مراد ہیں سو اس کی تشریح خود قرآن کریم نے دوسرے مقام پر کر دی ہے جیسے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا - سورہ مزمل رکوع ۱ یعنی لوگو جسطرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بناکر بھیجا تھا اوسی طرح تمہاری طرف بھی رسول بناکر بھیجا ہے - ان دونو آیتوں کو ملا کر پڑھنے اور لفظ کما پر تدبر کرنے سے یہ ثابت ہے کہ جسطرح حضرت موسیٰ کے بعد اون کے سچے تابعداروں میں خلفاء اور امام مبعوث ہوتے رہے اوسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خالص خادموں میں بھی امام اور خلفاء پیدا ہوتے رہیں گے بلکہ امت محمدیہ کے خلفاء کا درجہ امت موسویہ کے خلفاء سے بلند ہوگا اگر ایسا نہ ہو تو اس امت کو خیر الامم کیونکر کہہ سکتے ہیں الغرض اس خلافت کا بنیادی پتھر حضرت خلیفۃ اللہ صدیق اکبر نے رکھا - خدا تعالے آپکو نیک توفیق دے آپ منکر خلافت کیوں ہو بیٹھے ورنہ بیچارے شیعوں نے کون گناہ کیا ہے کہ آپ ان کو کوستے رہتے ہیں اور آئے دن ان کی تردید اور تکذیب میں آپ کے علما ڈھیروں کاغذ سیاہ کر مارتے ہیں اور ان کو صراط مستقیم سے بہت دور سمجھا جاتا ہے اور حدیث کلھم فی النار کے زمرہ میں اون کو داخل کیا جاتا ہے کیا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا قرآن پاک کو نہیں مانتے کیا وہ مودۃ فی القربیٰ کا دم نہیں بھرتے تو پھر ان سے اس قدر بدسلوکی کو کیونکر روا رکہا جاتا ہے - ایسی صورت میں کیا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ آپ کو انکا بھائی کہیں کیونکہ جیسے وہ منکر ویسے تم - ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ اور بعض کے صحابہ جیسے ایمان والوں کو جنکی تعریف اور توصیف میں خدا خدا کی کلام گواہی دے رہی ہے خلیفہ اور نمونہ کی ضرورت پڑی مگر چودہ سو سال کے بعد بدمعاشوں حرامکاروں - جواریوں - زناکاروں خون ناحق کرنے والوں - قزاقوں - قطاع الطریقوں راشیوں - کیسہ بروں - کذابوں - خائنوں شکیروں - چار آنے پر جھوٹی گواہی دینے والوں اور تھوڑے سے لالچ پر حکم قرآنی کو تبدیل کر دینے والوں - غرضیکہ ہر ایک چیز کو شیر مادر کی طرح رگڑ جانے والوں کو کسی امام اور خلیفہ کی حاجت نہیں کیونکہ چشم بد دور آپ کی تمام حرکات و سکنات میں خدا پرستی اور خدا شناسی کی جھلک پائی جاتی ہے ذرا دو منٹ دل سے کر سوچو اور بتاؤ کہ ان جیلخانو اور کچہریوں - مدرسہ خانوں - چنڈوخانوں - بھنگ خانوں میں کون لوگ بستے ہیں - بلاشک اس میں کلام نہیں کہ قرآن شریف کامل و اکمل شریعت ہے مگر تو سلی موجود ہیں پھر تمہاری یہ ناگفتہ بہ حالت کیوں ہوگئی ہے کیا قرآن شریف کیا صحابہ کے پاس نہ تہا اور کیا سنت نبوی اون کی پیش نظر نہ تھی اور کیا حدیث اونکو ازبر نہ تھی - جب سب کچھ تہا تو حضرت صدیق اور دیگر خلفاء کی کیا ضرورت تھی اوس وقت تم خود ہی سوچو کہ تم میں کس چیز کی کمی اور کسر ہے کیا یہ سچ نہیں کہ تمہارے درمیان کوئی نمونہ اور امام نہ تھا - اب اصل مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد دونوں قسم کے خلفاء ہوتے رہے دینی یعنی انبیا اور مامورمن اللہ دنیوی یعنی بادشاہ اور حاکم دیکھو - وجعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا - سورۃ مائدہ رکوع ۴ - یعنی تم میں پیغمبر بنائے اور بادشاہ بھی بنائے - چنانچہ اسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دینی اور دنیوی خلفاء ہوتے رہے جو باب آیات بالا اور مابعد کے واقعات سے صریح ثابت ہوگیا ہے کہ اس امت میں خلفاء ہوتے رہے ہیں - اور آج کل مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت پکار رہی تھی کہ مصلح کو بلا رہی تھی - اور پھر اس متنجبری کی کشتی اور گرداب کی گہری میں جب کہ مسلمانوں کی ناؤ ورطہ ظلم میں ڈگمگا رہی تھی اور اون کا چراغ سحری ٹمٹما رہا تہا - ناگہاں ایک نا خدا نے بڑے زور سے للکار دی اور دعوے کیا - ؎

منم مسیح بہانگ بلند میگویم
منم خلیفہ شاہی کہ بر سما باشد
کشادہ اند درے فضل گر نخواہی
زناسا عقد بخت نارسا باشد

ضرورت مصلح کے ثابت کرنے کے بعد امور ذیل قابل غور ہیں -

(۱) آیا مدعی موجودہ اپنے دعوے میں سچا ہے یا نہ -

(۲) آیا خدا کے پاک کلام میں اس قسم کے مدعی کی کوئی علامت یا علامات مقرر کی گئی ہیں یا نہیں -

(۳) اگر مقرر کیئے ہیں تو آیا مدعی موجودہ پر وہ منطبق ہیں یا نہ -

(۴) اگر ہیں تو پھر انکار کنندہ کو کیا کہا جا سکتا ہے اگر امر دوم و سوم ثابت ہو جائے تو امر اول پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور امر چہارم خود نتیجہ ہے - امر اول خدا کے پاک کلام میں صادق کی علامات حسب ذیل مقرر کی گئی ہیں ولو تقول علینا بعض الاقاویل الخ - سورۃ الحاقہ رکوع ۲ یعنی اگر یہ پیغمبر کسی بات میں بھی تقول علی اللہ کرتا تو ہم نے اوس کا ہاتھ پکڑ کر اوسکو مار ڈالا ہوتا - تقول علی اللہ یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ خدا نے مجھے مخلوق کی ہدایت کے لئے مقرر کیا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو کچھ کہ میں کہتا ہوں یہ سب اوسی کی طرف سے اور اوسی کے ایما سے ہے حالانکہ در حقیقت نہ خدا نے اوسے مقرر کیا ہو اور نہ اوس سے کلام کرتا ہو غرضیکہ وہ شخص اپنے ادعاء میں کاذب اور مفتری ہو - یہ آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان نبی کی سچائی کی دلیل بیان کی گئی ہے - اس دلیل کے زور کو کم کر دینے کیلئے جو شخص ایک مخالف یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ آیت مذکور سے بوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ اگر آنحضرت صلعم نے تقول علی اللہ کیا تو ہم اوسکو مار ڈالینگے - اور اب ہم نے دیکھ لیا کہ آنحضرت صلعم مر گئے ہیں لہذا آپ تقول علی اللہ کیا معاذ اللہ تو اسکا جواب بجز اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ جس قدر مہلت آنحضرت صلعم کو دی گئی اتنی مہلت کسی مفتری علی اللہ اور تقول علی اللہ کرنے والے کو نہیں دی گئی کیونکہ خدائے غیور کی غیرت ہرگز تقاضا نہیں کرتی کہ ایک کاذب اور خلق اللہ کو بہکانے والے کو بھی اتنی مہلت دیدی جتنی کہ اوس نے برگزیدہ رسول کو دی گئی ہے اور اگر تقول علی اللہ کرنے والے کو بھی اوسیقدر میعاد ملسکتی ہے جتنی کہ آنحضرت صلعم کو دی گئی ہے تو آپکا زمانہ وحی و رسالت مشتبہ ہو جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کا زمانہ نزول وحی و نبوت ۲۳ سال سے متجاوز نہیں ہے - اور ایک دوسرا شخص بھی مدعی نبوت و وحی الہی ہے جو فی الحقیقت کاذب ہے اور اوسکو بھی ۲۳ سال یا زیادہ کی مہلت دی گئی تو اب صادق اور کاذب میں تمیز کیونکر ہوگی پس واقعات مصدرنے ثابت کر دیا ہے کہ کسی کاذب کو ۲۳ سال کی مہلت کبھی نہیں دی جا سکتی اور نہ دی گئی ہے کیا وقد خاب من افتریٰ ہو گئے ہو اس معیار پر ہمارے امام علیہ السلام کو پرکھو کیونکہ وہ زائد از پچیس سال سے ماموریت اور امامت کا مدعی چلا آتا ہے اور باواز بلند کہہ رہا ہے کہ میں خدا سے اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور تمام دنیا میں اوس نے اپنے دعوے کا اعلان کیا ہے پس اگر وہ سچا نہیں ہے تو خداوند غیور نے حسب وعدہ خود اوسے کیوں نہ ہلاک کر دیا تا اب یہ یاد رکھو کہ اگر تم اس دلیل قرآنی کو توڑنے کی کوشش کروگے یعنی یہ کہ کوئی ایسا شخص یا اشخاص تلاش کر دوگے جو باوجود کاذب ہونیکے ۲۳ سال یا زیادہ تک تقول علی اللہ کرتے رہے تو اوس کی زد بڑی دور تک پڑے گی اور تمہارا سارا تانا بانا ادھڑ جائیگا - اگر تم کوئی اور وجود صداقت پیدا کروگے تو کیا ہمارے پاس ہزار ہا دیگر وجوہ صداقت نہیں ہیں اور اگر ہمارے دیگر دلائل قابل اعتبار نہیں ہیں تو کیا وجہ کہ تمہارے دیگر دلائل کو قابل اعتبار سمجھا جاوے اگر تم آنحضرت کو برائے نام مانتے ہو تو اسی طرح لاکھوں انسان حقیقی طور پر حضرت مرزا صاحب کو مانے بیٹھے ہیں اور اگر تم کو ہمارے امام کے منجانب اللہ ہونے سے انکار ہے تو تم سے بڑھ چڑھ کر ہر ایک پہلو سے دیگر مذاہب والوں کو آنحضرت صلعم منجانب اللہ ہونے سے انکار ہے - الغرض نہ تمہارے انکار سے ہمارے امام علیہ السلام کی سچائی میں کچھ فرق پڑتا ہے اور نہ مخالفان اسلام کے تم سے بڑھے ہوئے انکار سے آنحضرت صلعم کی رسالت اور ختم نبوت کے حیثیت اور منصب میں کچھ حرج واقع ہوتا ہے - اس دلیل قرآنی کو - ہاں - اگر محکم پکڑ لوگے تو پھر کسی فرستادہ الٰہی پر کوئی الزام قائم نہ ہوگا - یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کسی نیک بخت نے اس دلیل قرآنی کو شکست دینے کی نیت سے فرعون - اکبر بادشاہ وغیرہ اشخاص کا نام نظیراً پیش کیا ہے مگر یہ اوس کی غلط فہمی یا عمداً حق پوشی ظاہر ہوتی ہوئی ہے کیونکہ فرعون نے کبھی نہیں کہا کہ میں خدا کا رسول ہوں بلکہ بقول آپ کے وہ تو خود خدا بنا بیٹھا تھا - جس کی سزا - ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذالک نجزیہ جہنم - سورۃ انبیاء رکوع ۲ - پھر تقول علی اللہ کیونکر ہو سکتا ہے باقی رہے اکبر بادشاہ سو انکی نسبت کسی تاریخ دان ہندو نے یہ لکھا ہے (اکبر بادشاہ کے لئے اوس کے وزیر فیضی نے ایک

نیا کوران بنایا تھا) اب دیکھو یہہ کس قدر غلط بات ہے حالانکہ اصلیت تو یہہ ہے کہ شیخ فیض اللہ المتخلص بفیضی نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے ایک تفسیر قرآنی بلا نقط تحریر کی اور اوس کا نام سواطع الالھام رکھا۔ کجا کوران اور کجا قرآن کریم کی خدمتگاری مگر افسوس کہ باوجود ادعاء علم کے آپنے بھی بے سروپا اقوال کو لے لیا اور ان کے تمسک کرنا شروع کر دیا۔ دیکھو مسیلمہ نے بقول علماء کے کیا مگر چند سالوں کے اندر ہی لقمۂ اجل ہوگیا اور اگر یہہ کہو کہ یہ دلیل آنحضرت صلعم سے مخصوص ہے تو کیا آنحضرت صلعم سے معاذاللہ خدا وند تعالیٰ کی دشمنی تھی کہ اگر آپ افترا کرتے تو آپ کو ہلاک کر دیا جاتا اور دوسرے لوگ بے دھڑک افترا کئے جائیں اور خدا صاحب پرواہ تک نہ کریں۔ علاوہ اوس ہمارے امام نے تمام دنیا کو ہر قسم نظیر پیش کرنے کے واسطے چیلنج کیا ہے مگر ایک بھی نہیں پیش کئے گئے۔ (۲) دوسری علامت صادقین کی خدا کے پاک کلام میں یہہ ہے کہ انپر واقعات غیبیہ قبل از وقت کھلتے ہیں دیکھو (فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول) سورہ جن رکوع ۲- یعنی وہ غیب کی باتیں کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر اپنے پیغمبروں میں سے جسپر چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے اس آیت کی کسوٹی پر بھی ہمارے امام علیہ السلام کو پرکھ لو۔ کیونکہ آپ پر ہزارہا امور غیبیہ کا ظاہر ہونا اور وقت مقررہ پر ان کا پورا ہونا روشن ہے بطور نمونہ از خروارے لیکھرام کا قتل۔ طاعون کا پنجاب میں آنا۔ دو مریدوں کا کابل میں شہید ہو جانا۔ یہہ خبریں براہین احمدیہ میں دی گئی ہیں اوس کو کھول کر پڑھو اور غور کرو کیونکہ یہہ اپنے اپنے وقتوں پر پورے ہوئے ہیں۔ اور اگر یہہ معمولی باتیں ہیں جن کو ہر ایک شخص کر سکتا ہے تو پھر دیر کیا ہے اپنے کسی پیر صاحب یا مولوی صاحب یا صوفی سجادہ نشین صاحب کو پکڑ کر میدان میں لاؤ اور اون سے بحث تقاضا کرو کہ خدا کے بندوں کی جب یہہ علامات کلام پاک میں مندرج ہیں تو آپ بھی براہ مہربانی دکھلائیں ورنہ اپنے لمبے چوڑے القاب کو ہٹا دیں لیکن میں آپکو آگاہ کر دیتا ہوں کہ وہ اس میدان کے مرد نہیں ہیں اور آپ جیسے سادہ لوحوں کو اپنے قابو میں رکھنے کی غرض سے بہت سی ہیچ در ہیچ باتیں شروع کر دیں گے۔ اور جس چیز کا آپ نے مطالبہ کیا ہے اوس سے ہٹانے کی کوشش کریں گے سو وقت آپ جان لیں کہ ان کے پاس بجز لاف و گزاف یا زبانی جمع خرچ کے اور کچھ بھی ہی خاک بھی نہیں اگر وہ یہ عذر کریں کہ ہم گوشہ نشین ہیں مرنجاں مرنج پر عمل کرتے ہیں ایسے جھگڑوں اور تنازعوں میں پڑنا تضیع اوقات سمجھتے ہیں ورنہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو ان ل ایسی ہے جیسے کہ مخالفین اسلام کو کہا گیا کہ یہ کلام خدا کا کلام نہیں ہے تو تم بھی اس کی طرح کچھ بنا لاؤ مگر جب اونہوں نے اپنے آپ میں تاب مقابلہ نہ دیکھی تو کہدیا کہ (لو نشاء لقلنا مثل ھذا) اگر ہم چاہیں تو ہم بھی مثل اس کی کہہ سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ صرف اپنی جان چھوڑاؤ تھے اور اب آپ کے علماء کرام اور صوفیاء عظام بھی جان چھڑا لینگے مگر آپ ذرا ہوشیاری سے کام لینا۔ (۳) تیسری علامت صادقوں کی یہ ہے کہ وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں) (اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔) اس محک پر بھی پرکھ لو ہمارے امام ہمام علیہ السلام نے پکار پکار کر کہا ہے کہ میری صداقت کی یہی نشانی ہے اور یہ کہ ان کی دعائیں قبول ہو چکی ہیں بلکہ میں حلفاً اور ایماناً کہتا ہوں کہ ان کے خالص مریدوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور آثار قبولیت سے انکو پتہ لگ جاتا ہے۔ (۴) چوتھی علامت یہہ ہے کہ اون پر معارف قرآنی وحقایق فرقانی منکشف ہوتے ہیں جیسے کہ (لا یمسہ الا المطھرون) چنانچہ جن جن مقامات کی آپنے تفسیر کی ہے اوس سے قرآن کریم کی عظمت وجلال کا پتہ لگتا ہے مگر ہیں میں ہی آپکے علماء وصوفیا عاجز ہیں۔

اگر ان میں قرآن دانی کا ملکہ موجود ہے تو کیوں انہوں نے اوس انعام کے پانے کی کوشش نہیں کی جو اوسی طرح کی تفسیر لکھنے کیواسطے مقرر کیا گیا تھا تعجب ہے کہ چند روپیوں کے لالچ اور معمولی شیرینی اور نیاز کے واسطے جب انہیں بہت کچھ کرنا پڑتا ہے تو اس جگہ بھی روپیہ پیش کیا گیا تھا۔ ہم نے تو نہ دیکھا کہ کسی نے نیک نیتی اور حق طلبی کی غرض سے اس طرف قدم اوٹھایا ہو بلکہ انہیں صرف اپنی ناموری موجود ہے غرور نفسانیت بھی بڑی چیز ہے اور قبول حق سکھانے میں ایک دیوار ہے۔ (۵) پانچویں علامت یہ ہے کہ ماموران الٰہی احکام الٰہی کے پہنچانے میں کسیکا خوف نہیں کرتے (الذین یبلغون رسلت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ) یعنی وہ خدا کے پیغام پہنچاتے اور خوف خدا رکھتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اب خود دیکھو کہ کتنے عرصہ سے اور کس استقلال سے خالق اور مخلوق کی بھی خدمتگذاری کر رہے ہیں اور اون کی ہمت میں بال برابر فرق نہیں آیا حالانکہ اوس کے پامال کرنے کے لئے ناخونوں تک زور لگایا گیا ہے مختلف نوعیت کے مقدمات دائر کئے گئے قوم کو ابھارا گیا گورنمنٹ عادل کو اکسایا گیا اب سوچو کہ خالی انسان اسقدر دوروم نہیں ہوتا۔ (۶) چھٹی علامت یہ ہے (لقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون) یعنی اس سے پہلے مدتوں میں تم میں رہ چکا ہوں کیا تم اتنی بات نہیں سمجھتے۔ آنحضرت صلعم نے اپنے منجانب اللہ ہونے کی یہہ دلیل بیان فرمائی تھی، کہ میں نے بہت سی عمر تمہارے درمیان گذاری ہے اور بچپن سے تم مجھے پہچانتے ہو کیا اس عرصہ میں میں نے کوئی افترا یا کذب کسی شخص پر باندھا ہے پس جبکہ انسان پر میں نے کوئی افترا نہیں باندھا۔ تو کس عقل سے کہتے ہو کہ میں نے خدا پر افترا باندھ لیا ہے چنانچہ اسی دلیل کو آنحضرت صلعم کے سچے نائب نے بھی پیش کیا ہے اور باوجود اندرونی و بیرونی مخالفت کے کوئی اس دلیل کو نہیں توڑ سکا (۷) ساتویں علامت یہ ہے کہ ماموران الٰہی شرک کی گرما گرمی اور زور شور کے اندر آتے ہیں تا توحید کو قایم کریں اور صدق کا استقبال کریں۔ حضرت نوح سے لیکر آنحضرت تک تمام انبیاء یہی تعلیم دیتے رہے کہ خدا کی عبادت کرو اور اوس کا کوئی شریک نہ بناؤ اب دنیا میں کسقدر آشوب شرک برپا ہے عیسائیوں نے یسوع کو خدا بنا دیا ہے۔ ہندو لاکھوں دیوتاؤں اور اوتاروں کو خدا تسلیم کر رہے ہیں آریہ ذرہ ذرہ کو اپنے وجود کا خود خالق کہہ رہے ہیں۔ مسلمانوں کو دیکھو کہ کوئی پیر پرستی میں مصروف کوئی قبر پرستی میں مشغول ہے۔ کوئی حضرت مسیح کو صفات الٰہی دے رہے ہیں خالق پرند۔ محی اموات حی و قیوم وغیرہ وغیرہ بعض نے دجال کو خدائی صفات سپرد کر دی ہیں بارش اوس کے حکم سے ہوگی بے موسم پھل پیدا کریگا۔ مردوں کو زندہ کر دے گا بہشت و دوزخ کا مختار ہوگا۔ جسکو چاہیگا بہشت میں داخل کرے اور جسے چاہیگا دوزخ میں دھکیل دے۔ کسی نے سیدنا امام حسین علیہ السلام کی پرستش شروع کی ہوئی ہے اسوقت پر اپنی جان بچانے کو ہمارے مخالف کہہ دیتے ہیں کہ ہم ان کو خدا تو نہیں کہتے ہیں صرف اس لئے ان کی نذر نیاز دیتے ہیں۔ کہ ہم کو خدا کے قریب کریں اور ان کی برکت اور طفیل سے ہم پر مہربان ہوگا۔ حضرت جسطرح آپ اپنے بچاؤ کا ایک حیلہ تراشتے ہو بعینہ یہی حیلہ پہلے مشرکین بھی پیش کیا کرتے تھے (والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفا) یعنی جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے حمایتی بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ خدا سے ہمکو نزدیک کریں۔ اب غور کرو آپکے اور اون کے قول میں کوئی تفاوت نظر نہیں آتی ہے۔

(۸) قرآن شریف میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ) اس آیت کو مفسرین نے حضرت مسیح موعود کے حق میں تسلیم کیا ہے اور اس رسول سے مراد وہی رسول ہے جو اس سے پہلے آیۃ ومبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مذکور ہے پس ان دونو آیتوں کو ملانے سے ثابت ہوا کہ مسیح موعود کا نام احمد ہے جسکے مصداق آج جناب مرزا صاحب ہوئے۔ اگر کسی کے دل میں یہ وہم گذرے کہ پہلی آیت ومبشرًا برسول الخ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ دل ماشاد وچشم ماروشن مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انزل القرآن علے سبعتہ احرف لکل آیۃ منھا ظھر و بطن الخ کتاب العلم صفحہ ۲۷۔ پس بطون قرآن شریف کی رو سے اس احمد سے کئی احمد مراد ہوں تو ہمارا کیا ہرج۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے آیۃ مبشرًا میں اپنے مثیل کی بشارت دی ہے اور اس کا نام احمد بتایا ہے۔ جب وہ احمد ہوا تو خداوند تعالےٰ نے بھی اونکو احمد کے نام سے پکارا دیکھو رسائل اربعہ۔ (یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک) صفحہ ۵۰ و ۵۵ و ۵۸۔

(۹) اور مسیح موعود کے ظہور کا وقت بھی یہی ہے جیسا کہ مؤلف تفسیر معالمات الاسرار نے شیخ بزرگ کے حوالہ سے سورۃ شوریٰ کے حروف مقطعات ع س ق کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سین سے مراد عیسی اور سین سے مراد مسیح ہے جو تیرہ سو سال شمسی پر آجاویں گے۔ دیکھو تفسیر مذکور۔ اور میرے نزدیک ق سے قادیان ہے۔ جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ الخ دیکھو جواب الاسرار مؤلفہ شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی کدعہ دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے لاغیر کیونکہ کثرۃ استعمال سے کدعہ کا قادیان بنجانا بہت آسان ہے۔

اب وقت مسیح موعود اور مقام۔ اور نام تینوں ہی قرآن شریف سے ثابت ہو گئے ہیں۔ اب کوئی شخص مسلمان کہلا کر جناب مرزا صاحب کی دعوے مسیحیت سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا یہی حق ہے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال

میر مدثر شاہ اپیل نویس پشاور حال کشمیر
مورخہ ۲۱- اگست ۱۹۰۴ء

لاہور
(۲ ستمبر)

[روزانہ پیسہ اخبار لکھتا ہے]

مرزا صاحب کا (وعظ) لیکچر

تین ستمبر ۱۹۰۴ء کی صبح کو مرزا صاحب قادیانی کا جو لیکچر ہوگا۔ اس میں قیام انتظام کے لئے مقامی حکام نے یہ تجویز کیا ہے کہ دو انسپکٹر تین ڈپٹی انسپکٹر بارہ سارجنٹ اور ساٹھ کنسٹبل پولیس انتظام کرینگے اس عمدہ معقول انتظام سے پوری امید ہے کہ یہ لیکچر بنہایت اطمینان اور امن کے ساتھ ہو جاویگا۔

انشاءاللہ العزیز

حفظ صحت

دیکھو سلسلہ کے لئے الحکم مورخہ ۱۷ و ۲۴ اگست ۱۹۰۴ء

جوانی کے ضایع کرنے کا طریق صرف یہی نہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں بلکہ بعض ادیب عالم و فاضل جو فسق و فجور سے مجتنب رہتے ہیں - وہ بھی اپنی جوانی کی قیمت و قدر نہیں جانتے اور بعض اپنے ہی ایجاد کئے ہوئے طریقوں کو غیر سمجھ جان کر جوانی بلکہ اپنی جان کو اون میں تباہ کر ڈالتے ہیں - مثلاً دیکھو اون بگڑی صوفیوں کو جو حبس نفس اور غیر مشروع دائمی چلہ کشیاں کرنے اور صائم الدہر بنتے ہیں - موجودہ زمانہ کے ایک صوفی کا ذکر ہے کہ وہ مرید کو حبس نفس یعنی دم کشی کا طریقہ بتلانے لگے تو شاید مرید کا دماغ دخشش کمزور تھا مرید کو تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ابدی دم کشی کر گیا یعنی مر گیا جو شخص ان مہلکات سے واقف نہ ہو وہ معذور ہے لیکن جو دیدہ دانستہ ان مہلکات کو اختیار کرے وہ اپنی جان کا قاتل ہے لہذا وہ قابل ملامت ہے -

جب تمہارے رخسارے سرخ اور چہرہ بشاش اور آنکھیں روشن ہوں اور باوجود ان باتوں کے جب تو کسی کام کرنے لگو تو تمہارے قوا تمہارا ساتھ نہ دیں اور ملول خاطر ہو جاؤ تو جان لو کہ تم بیمار ہو یہ بیماری پٹھوں اور ذہن میں نہیں ہے بلکہ یہ بیماری تمہارے دل و دماغ میں ہے کیونکہ کسی کام کے افراط سے یہ دو عضو یعنی دل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں جس سے نوجوان آدمی جلدی بوڑھا ہو جاتا ہے اسراف و فضولیات میں جو انسان مستغرق رہتا ہے اوس کی عقل کند اور دل ضعیف ہو جاتا ہے اور تھوڑے خوف سے اوسکا دل دھل جاتا ہے اور خفقان پیدا کر لیتا ہے وساوس اور خواطر کا اوس پر غلبہ رہتا ہے اور بے موقع غصہ و غضب ظاہر کرتا رہتا ہے بڑی بھاری آفت یہ ہے کہ اوس کی یہ حالت اوس کی بیماری کو اور بھی زیادہ کرتی ہے جو اوس کی ہلاکت کا موجب ہوتی ہے بسا اوقات اس قسم کے اکثر اشخاص خود کشی کر لیتے ہیں آجکل یورپ اور امریکہ میں اکثر خود کشیوں کی واردات کا یہی باعث ہے اسراف و فضولیات سے اپنی جوانی کو محفوظ رکھو کیونکہ تمہارے بڑھاپے کا ذخیرہ زمانہ جوانی ہی ہے - اگر تم اس کو اوائل ہی میں صرف کر ڈالو گے - تو آخر بے خرچ رہنا درپیش ....

وخیر الزاد التقویٰ -

نُمْ بَاكِرًا تُعَمِّرْ طَوِيلاً

یعنی سویرے سو تو عمر دراز ہو گی

جو آدمی دراز عمر ہو کر کئی پشتوں تک زندہ رہا ہو اور بڑے بڑے کام کئے ہوں - جب اگر کی زندگی کی کیفیت پر غور کروگے تو اوس میں یہ بات ضرور پاؤ گے کہ وہ سویرے سویا کرتا تھا اور اوس کی دن کی محنت و مشقت کا کچھ اعتبار نہیں - کیونکہ نیند اوس کی مفقود راحت کے عوض میں آجاتی تھی وجہ یہ کہ کوئی انسان بغیر نیند راحت و آرام نہیں پا سکتا ہے جیسا کہ پانی و ہوا جو ضروریات زندگی میں ضروری ہیں مفت مل جانے سے لوگ اون کی قدر نہیں کرتے ایسا ہی نیند کی بھی قدر نہیں کرتے - اگر ان چیزوں کو قیمتاً خریدنا پڑے تب اون کی قدر ہو -

پس فقیر و مفلس اپنا سارا دن کام کاج میں گذار تا اور رات کا کچھ حصہ طعام و لباس میں صرف کرتا ہے جب اوس کو ایک روپیہ مل جاتا ہے تو پہلی پہل اس کے دل میں آٹا و گوشت و لباس خریدنے کا خیال گذرتا ہے لیکن نیند و ہوا و پانی کے خریدنے کا کچھ اہتمام نہیں کرتا اور جب تک ان اشیاء میں سے کوئی ایک اوس سے بند نہ کی جاوے وہ ان اشیاء کی سخت ضرورت کو محسوس ہی نہیں کرتا - پس پانی کی وہی لوگ قدر کرتے ہیں جنکو خشک بیابان اور دور دراز جنگلوں کا سفر پیش آیا ہو اور راہ میں پانی کا گھونٹ تک نہ ملتا ہو اور ہوا کی سخت ضرورت کی قدر تو اس طرح محسوس ہو سکتی ہے کہ خیال کرو تمہارے سینہ سے اگر ایک لمحہ بھر ہوا رک جاوے تو کسقدر تکلیف و مصیبت کا سامنا ہو گا - پانی و ہوا کی طرح جسم کے لئے نیند کی بھی سخت ضرورت ہے کہتے ہیں کہ ایک چینی سوداگر نے اپنی عورت کو مار ڈالا تو اوس کی سزا یہ مقرر ہوئی کہ اوپر پہرہ مقرر کیا جاوے اوسکو سونے نہ دیں اوسکو بیداری کا عذاب دیا جاوے - تاکہ آخر اسی حالت بیداری میں مر جاوے پہلے پہل سوداگر اس سزا کو پھانسی کی نسبت بہت خفیف سمجھ کر خوش ہوا اور اوس کو پھانسی پر فضیلت دی چنانچہ اوسکو زندان میں بھیجکر اوس پر پہرہ دار مقرر کئے گئے کہ اوسکو سونے سے روکے رہیں - پس ابھی ہفتہ پورا اس پر نہیں گذرا تھا کہ وہ چلا اوٹھا اور ہر قسم کی سزا کی بہ نسبت بیداری کو بہت سخت سمجھا اوس نے گورنمنٹ چین کی طرف عریضہ لکھا بھیجا کہ بیداری کی سزا مجھ سے اوٹھا کر باقی جو سزا گورنمنٹ چاہے مجھ پر [illegible]

کردے - خواہ پھانسی دے خواہ جلا دے خواہ غرق کردے خواہ تلوار یا بندوق سے مار ڈالے یا توپ سے اوڑا دے یا جس طریقے سے گورنمنٹ کی مرضی ہو مجھے مار دے مگر بیداری کی سزا میرے پر سے مرحمت فرما کر اوٹھائی جاوے - آخر وہ اس طریقہ سزا یعنی بیداری میں انیسویں دن سخت قلق و اضطراب میں ہو کر مر گیا - کچھ مدت گذری ہے کہ میں نے کسی انگریزی اخبار میں لارڈ سالسبری متوفی کی نسبت پڑھا تھا کہ جب اوسکو شہر یعنی بے خوابی کے مرض لاحق ہوئے اور وہ اس مرض سے سخت دق ہو رہا تھا ایک رات کو احاطہ میں ٹہلنے لگا اوس نے وہاں اپنے ایک اردلی نوکر کو دیکھا کہ خوف خراٹے بھر کر سو رہا ہے تو اس نے حیرت سے چیخ ماری اور کہنے لگا کاش میں اسکی جگہ ہوتا اور وہ میری جگہ پر -

پندرہویں لوئس کو دمیان نے قتل کرنا چاہا تھا تو اوس کی سزا یہ مقرر ہوئی کہ اوس کو چار مضبوط ستونوں کے درمیان جکڑ کر اوس پر گرم کیا ہوا اور کھولتا ہوا تیل اور جلتی ہوئی گندھک ڈالتے رہیں اور کچھ مدت کے بعد اس کے جسم سے ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر اوسکو ہلاک کیا جاوے قبل ازاں کہ اس پر یہ عذاب وارد ہو باوجود اس خوف موت اور فراق عالم کے اوس پر نیند غالب آجاتی تھی اور اگر پہرہ دار نشتر چٹکے کے کانٹے سے اوسکو بیدار نہ کرتے تو وہ نیند میں ایسا مستغرق ہو جاتا تھا کہ گویا وہ اپنے بال بچوں میں سویا ہوا ہے اور دمیان نے اپنے مرنے سے پہلے کہ دیا تھا کہ مجھ پر بیدار رکھنے کا عذاب سارے عذابوں سے سخت تر ہے نیند ضروریات زندگی سے ہے اگرچہ ہم کو قیمتاً خریدنی نہیں پڑتی بلکہ نیند کی ضرورت طعام سے بھی زیادہ ہے - کیونکہ انسان طعام کے بغیر دراز مدت تک ہو کا رہ سکتا ہے - لیکن بیدار آدمی دراز مدت زندہ نہیں رہ سکتا - رات کو نیند کی اشد ضرورت ہے اکثر نوجوان دیکھے جاتے ہیں کہ وہ جسقدر کھانے پینے کا اہتمام کرتے ہیں - اسقدر نیند کا اہتمام نہیں کرتے بعض اشخاص ساری ساری رات قمار بازی اور جوے بازی میں بیدار رہ کر گذار دیتے ہیں -

جب نیند غلبہ کرے تو فوراً سو جانا چاہئے جس قوت و طاقت کو انسان بیداری میں کھو دیتا ہے اوس کا بحال کرنا مشکل ہو جاتا ہے -

سوال :- شاید کسی کے ذہن میں یہ بات گذرے کہ نیند کا اعتبار کمیت میں ہے نہ کیفیت میں - جب کسی کو سات گھنٹے سونے کی حاجت ہو تو اس میں کچھ فرق نہیں کہ خواہ وہ دن میں سات گھنٹے نیند کرے یا رات کو -

جواب :- دن کا سونا رات کی بیداری کا عوض ہے لیکن دن کا سونا غیر طبعی ہے جو راحت و آرام جسم کو نیند سے ملتا ہے وہ دن کی نیند سے میسر نہیں ہوتا - کیونکہ انسان عموماً ابتدائی پیدائش سے دن کو جاگنے اور رات کو سونے کا عادی ہو جاتا ہے اور یہ اس کی طبیعت میں ایک ملکہ راسخہ ہو جاتا ہے -

خالق لیل و نہار نے دن معاش و کسب روزی کے لئے مقرر کیا ہے اور رات کو راحت و آرام و نیند کے لئے نامزد فرمایا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وجعلنا النهار معاشا یعنی دن کو ہم نے اس لئے بنایا ہے کہ تم اس میں روزی کماؤ اور کسب معاش کرو - وجعلنا الليل لباسا لتسكنوا فيه یعنی ہم نے رات کو پردہ دار بنایا ہے کہ تم اس میں آرام پاؤ -

بالتحقیق رات اور دن کی تاثیرات میں بڑا فرق ہے جب آدمی رات کو سوتا ہے تو اوسکی سارے دن کی ماندگی و کوفت و تکان جاتی رہتی ہے پٹھے اپنے اپنے مقام پر راست و درست ہو جاتے ہیں دل میں فرحت و دماغ میں سرور پیدا ہوتا ہے جب آدمی دن کو سو کر جاگتا ہے تو سر بھاری اور بوجھل زبان کا مزا کڑوا معلوم ہوتا ہے بسا اوقات دل میں تنگی اور اخلاق میں درشتی پیدا ہو جاتی ہے حاذق اطباء دن کی نیند کے بارے میں یوں لکھتے ہیں -

والنوم في النهار يورث الامراض الرطوبية والنوازل ويفسد اللون الا القيلولة وهي النوم قبل الزوال ساعة بشرط الاعتدال تزيد في العقل وتوجب الاستراحة من الاعياء الحادث من اليقظة بشرط ان لا يفرط - یعنی دن میں نیند کرنے سے جسم میں رطوبتی و بلغمی امراض پیدا ہوتے ہیں اور جسم کا رنگ خراب ہو جاتا ہے - مگر قیلولہ جو صبح کا کھانا کھا کر زوال سے پیشتر طبیعت معتدل ہونے کی حالت میں ایک گھنٹہ تک نیند کی جاوے تو عقل میں ترقی ہوتی ہے اور بیداری کی کوفت و ماندگی دفع ہو جاتی ہے بشرطیکہ نیند زیادہ نہ ہو انسان سارے دن کی نسبت صبح کے کام میں زیادہ چست و چالاک ہوتا ہے اسکا سبب رات کی نیند کے رات کا سامان ہے -

لہذا سویرے سونا اور سویرے جاگنا انسان کے لئے صحت و راحت کا عمدہ وسیلہ ہے سہ

رات کو سونا سویرے صبح کو اوٹھنا شتاب
صحت و دولت بڑھائے عقل کو دے آب و تاب

ایسے ہی انگریزی میں ایک مثل مشہور ہے۔

Early to bed and early to rise is the way to be healthy and wealthy and wise

یعنی سویرے سونے اور سویرے جاگنے سے انسان تندرست رہتا ہے اور اوسکی صحت و دولت و عقل میں ترقی ہوتی ہے واضح رہے کہ نیند سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ انسان چارپایوں کی طرح جنکا پیشہ ہے

خواب و خور تیرہ پیشہ انعام نیست
خفتگاں را بہرہ از انعام نیست

ہے اون کا مصداق نہ بنو ساری رات نیند میں غافل پڑا رہے بلکہ کچھ حصہ رات کا سونے اور کچھ حصہ عبادات ایزدی نماز و استغفار میں گذارے جو لوگ آخری حصہ رات میں اذکار الٰہی میں شاغل ہوتے ہیں اون کی قرآن کریم نے یہ صفت بیان فرمائی ہے يهجعون [illegible] قليلا من الليل ما يهجعون و بالاسحار هم يستغفرون - آخری حصہ اناتیں اور بالخصوص علی الصباح نماز کے وقت سونے سے انسان امراض جلدی [illegible]

بیت الحکمت اندلس

یعنے اندلس کا طلسم گھر

آج کل اندلس کے نام سے (جس کا دوسرا نام اسپین ہے[1]) ہر شخص واقف ہے اس ویران مگر سرسبز و شاداب جزیرہ میں وہ لوگ دیوانی آباد ہوئے جو عام طور پر علوم و فنون کے موجد سمجھے جاتے ہیں[2] جنہوں نے اپنے ملک کی حفاظت کیلئے سیکڑوں تدبیریں کیں جنمیں سے ایک بیت الحکمت ہے جو اس کی حفاظت کا ایک بڑا سبب سمجھا گیا۔ اہل یونان جو حکمت اور دانائی میں مشہور ہیں سکندر کے عہد حکومت سے پہلے یہ لوگ مشرق میں رہتے تھے جب اہل فارس کا غلبہ ہوا تو مشرق بلاد سے یونانی جلا وطن ہو کر اندلس (اسپین) میں آباد ہوئے جزیرہ اندلس اس زمانہ میں ویران تھا یہ کہ طوفان نوح کے زمانہ سے یہ جزیرہ ایسا ویران ہو گیا کہ اس سرزمین کو دیکھ کر کسی کے دل میں یہ خیال بھی نہ آتا تھا کہ کبھی یہاں آبادی ہوگی اور یہ جزیرہ اندلس بن یافث بن نوح علیہ السلام کا آباد کیا ہوا ہے جس سے اس کی وجہ تسمیہ بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اب ہم صرف بیت الحکمت کا حال لکھنا چاہتے ہیں کہ وہ کیا تھا۔ اور کس غرض سے تعمیر کیا گیا تھا۔

ہمیشہ سے یونانیوں کا خیال تھا کہ جنگ و جدال بیفائدہ چیز ہے کیونکہ اس میں بجز اتلاف نفوس انسانی کے اور کوئی منفعت یا فائدہ متصور نہیں۔ اسی خیال نے ان کو جنگ و جدال سے باز رکھا بلکہ زیادہ تر ان کی کوشش کا دارومدار تحصیل علوم ایجاد و فنون پر منحصر تھا۔ اور انہوں نے ہر شہر کی آراستگی اور زیب و زینت میں اپنی بے بہا اور بیش کوششوں کو صرف کیا جسکی وجہ سے یہ شہر تمام ممالک میں آپ ہی اپنی نظیر بن گیا بلکہ دنیا کے تمام شہروں کے مقابلہ میں اس شہر کو عروس بلاد یا فردوس البلاد کا خطاب یا لقب بجا طور پر حقدار سمجھا گیا۔ خصوصاً شہر طلیطلہ اپنی دلربا زیب و زینت کی وجہ سے یونان کا دار السلطنت و دار الحکمت قرار پایا جو عین وسط جزیرہ میں واقع تھا۔

قدرتی طور پر اندلس آب و ہوا اور پیداوار کے لحاظ سے تو بے نظیر ہی تھا مگر خوشنما خوش وضع اور دلچسپ عمارات کے ایسے اسباب تھے جو اس کے حسن و جمال کو دوبالا کر رہے تھے۔

اس شہر کی خوبیوں پر نظر کرنے کے بعد اندلسیوں کو یہ بہت ہی سچا خیال پیدا ہوا کہ بربری اور عرب (جو ان کے پڑوسی ہمسائے تھے) بالضرور ہمارے شہر پر حملہ کریں گے۔ آہ اسی خیال سے انہوں نے اپنے شہر کی حفاظت کیواسطے متعدد اور مختلف وضع قطع کے طلسم گھر بنائے اخیر پر انہوں نے جو طلسم گھر بنایا اس شہر کی حفاظت کیلئے ان سب میں ہی ممتاز سمجھا گیا۔ اور جسکی وجہ سے غیر اقوام کو اس ملک پر فتح پانا دشوار بلکہ قریب محال کے ہو گیا۔ اندلس میں متعدد حکمران تھے اور اس جزیرہ میں جو شہر جانب مشرق تھا وہ فارس کے نام سے موسوم تھا فارس کے بادشاہ کی ایک خوبرو خوش جمال لڑکی تھی جس کے حسن و جمال کا تمام اندلس میں چاہجا چرچا تھا۔ اندلس کے ہر ایک حکمران کی یہ خواہش تھی کہ فارس کی شاہزادی سے میں ہی نکاح کروں۔ چنانچہ اندلس کے تمام بادشاہوں نے فارس کے حکمران کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ شاہزادی کو اپنے سے بیاہ دے۔ شاہ فارس ان حکمرانوں سے کچھ ایسا عاجز اور ناچار ہوا تھا کہ ان میں سے کسی کی دلشکنی گوارا نہیں کر سکتا تھا اور نہ صاف طور پر کسی کو انکاری جواب دے سکتا تھا اگر وہ ایک کو راضی رکھنا چاہتا تھا تو فوراً دوسرے کی ناراضی کے خیال سے اوس کو روک دیتا۔ آخر کار وہ بہت مجبور ہوا۔ اور اپنی بیٹی کو اس ماجرا سے مطلع کیا اور اس سے یہ بھی کہہ دیا کہ میں ان سب میں سے کسی کو ناراض نہیں کر سکتا۔

بادشاہ اور شاہزادی کا مکالمہ

شاہزادی۔ ابا جان آپ بہت پریشان اور متفکر معلوم ہوتے ہیں۔

بادشاہ (شہزادی کے سامنے چند خطوط ڈالکر) دیکھو میرے متفکر ہونیکا تمام ذخیرہ یہی ہے۔

شاہزادی (خطوط کو پڑھکر) ابا جان یہ بھی کوئی مشکل بات ہے آپ مطمئن رہئے میں بہت ہی سہل تدابیر سے ان سب کو سمجھا دونگی۔

بادشاہ (شاہزادی سے) وہ کیا تدبیر ہے

شاہزادی۔ (اپنے باپ سے مخاطب ہو کر) آپ ان سب کو یہ لکھ بھیجئے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اسی کی رائے پر رکھا ہے وہ جس کو پسند کریگی اوس سے بیاہ دینے کا میں ذمہ دار ہوں۔ جب وہ میرے پاس پیغام بھیجیں گے تو میں چند شرطوں پر اپنا نکاح قبول کروں گی جن کا ان فرادوں سے وعدہ ہوگا اور جو بادشاہ میری شرطیں قبول کریگا میں اسی سے نکاح کرونگی۔

بادشاہ وہ کیا شرطیں ہیں

شاہزادی میں پہلی شرط یہ پیش کروں گی کہ جو بادشاہ عالم اور حکیم ہوگا وہی میرے ساتھ نکاح کرنیکا مستحق ہوگا۔ اور حسب موقع اور شرطیں بھی زیادہ کرتی رہونگی۔

اس تدبیر سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور ان سلاطین کو اس مضمون کے خط لکھ بھیجے کہ میں اس معاملہ میں تمکو کچھ جواب نہیں دے سکتا کیونکہ میں نے شاہزادی کو اس امر کا اختیار دیدیا ہے وہ جسکو پسند کریگی اس سے نکاح کر دیا جائے گا۔ اور تم بلا وساطت غیری براہ راست شاہزادی سے درخواست کرو۔

جب تمام سلاطین اندلس اس امر سے مطلع ہوئے تو انہوں نے براہ راست شاہزادی کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔

شاہزادی نے ان سب کو لکھ بھیجا کہ میں اس بادشاہ سے نکاح کروں گی جو عالم اور حکیم ہو جب سب بادشاہوں نے نامہ پڑھا تو وہ بادشاہ جو محض بے علم تھے خود ہی خاموش ہو گئے لیکن ان سب میں دو بادشاہ جو بڑے فاضل اور حکیم تھے انہوں نے فرداً فرداً شاہزادی کو لکھ بھیجا کہ میں حکیم ہوں ان دونوں کی درخواست سے بادشاہ پھر متفکر ہوا

شاہزادی۔ ابا جان آپ پھر متفکر معلوم ہوتے ہیں۔

بادشاہ (شاہزادی کے سامنے ان دونوں کے خط ڈالکر) یہی سبب ہے۔

شاہزادی۔ یہ بھی کوئی مشکل بات نہیں ہے آپ بالکل مطمئن رہیں میں جواب لکھ کر بھیجتی ہوں۔

بادشاہ (شاہزادی سے) وہ کونسی صورت ہے جو میری فکر کو دور کرے۔

شاہزادی میں ان سے ایک یہ درخواست کرتی ہوں کہ وہ ہمارے ملک کی حفاظت کیلئے دو طلسم گھر بنا دیں اور جو کوئی پہلے بنا دیگا وہی مستحق نکاح ہوگا۔

اس تدبیر سے بادشاہ خوش ہوا۔ پھر شاہزادی نے ان دونوں کو جواب لکھ بھیجا۔

ایک کو تو یہ لکھا کہ آپ مجھکو ایک طلسمی پن چکی فلان جنگل میں بنا دیجئے اور وہ ہمیشہ آب شیریں کی نہر کے ذریعے بغیر کسی خرچ ما مادار کے چلا کرے۔

اور دوسرے کو یہ لکھ بھیجا کہ میں جس شہر میں ہوں وہ شہر بربری ظالموں کی دست درازی سے محفوظ نہیں ہے۔ آپ ہمارے ملک کی حفاظت کیلئے ایک ایسا طلسم گھر بنا دیجئے کہ ہمیشہ آرام و عافیت سے ظالم بربریوں کے ظلم سے بے خوف بسر کر سکیں۔

اور یہ بھی شرط ہے کہ جو کوئی پہلے اپنا کام پورا کریگا وہی میرے ساتھ نکاح کرنیکا مستحق ہوگا۔

ان دونوں نے اس اخیر شرط کو بھی بسر و چشم قبول کر کے کام شروع کر دیا جس بادشاہ نے پن چکی بنانیکا اقرار کیا تھا کاریگروں کو جمع کر کے کام شروع کر وا دیا۔ اور سیکڑوں سنگ تراش انجنیر کی ہدایت کے مطابق پتھروں کے کاٹنے اور تراشنے میں مشغول ہوئے اور دوسرے کنارے دریا کے کنارے پر مقام **دقاق** اور **سینہ** کے درمیان پن چکی کی بنیاد ڈالی گئی اور ساتھ ہی کاریگروں نے پتھر جمانا شروع کیا اور پتھروں کی سانڈنیں لانے میں انہوں نے اپنی صناعی کا اعلیٰ نمونہ دکھا دیا۔ آب شیریں کی نہر بھی بہت جلد تیار کر دی گئی۔ جو اس چکی کے لئے ایک عمدہ واٹر ورکس کا کام دے سکتی تھی چنانچہ آجتک مقام **دقاق** اور سینہ اور جزیرہ **خضراء** میں اوس کے ٹوٹے ہوئے نشان ہیں[3] لیکن اسکی تعمیر میں بہ نسبت پن چکی کے تعمیر کے کسی قدر مدت صرف ہوئی اسلئے کہ اس بادشاہ نے طلسم گھر کو جس وضع پر بنانا چاہا تھا اسکی رصد گاہ بنانے سے بہت دیر لگی۔ مگر پھر بھی وہ اسکی تعمیر میں رات دن مصروف رہا۔ اوس نے ساحل بحر پر ایک بالو کے میدان میں مربع بنیاد سنگ رخام کی ڈالکر ایک کھود اور بنا شروع کیا اسکی تعمیر میں سفید رنگ کا پتھر لگایا گیا۔ اس رصد گاہ کا حصہ پائیں زمین میں اسقدر تھا جسقدر اس کا حصہ سطح زمین سے سطح پر اونچا بنا تھا۔ اس طلسم گھر میں علاوہ اور طلسمی چیزوں کے جو ایک صندوق میں ودیعت رکھی گئی تھی طلسم کی سطح پر ایک بربری کی برنجی مورت جس کا طول تخمیناً سات ہاتھ یا ستر درع تھی نصب کی گئی تھی اس مورت کے اور کے ...

حصہ کا قطر قریب ایک ورداع کے تھا۔ اس مورت کے دیکھنے سے کاریگروں کی اعلیٰ درجہ کی صناعی ظاہر ہوتی تھی اس مورت کے سر کے بال پاؤں تک لٹکے ہوئے تھے وہ نیچے آکر ایک چادر کی صورت معلوم ہوتی تھی اس پر بیٹا طلسم گھر کے اوپر کی سطح پر کھڑا ہوا ہمیشہ ایک بگل کے ذریعہ سے سیٹی بجایا کرتا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک کنجی بھی دی گئی تھی وہ اپنی اس انگلی سے جس میں کنجی تھی دریا کی طرف یہ اشارہ کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ادہر آنے کا قصد نہ کرے" علاوہ اس کے اس طلسم گھر میں عجیب عجیب کرشمے تھے جو مختلف مورتوں کی شکلوں کے پیرایہ میں جلوہ گر تھے اور یہ بھی ایک عجیب و غریب کرشمہ تھا کہ جب کبھی ادہر اتفاقاً بہمنوں کا جہاز آجاتا تھا تو اس مورت کے ہاتھ سے کنجی گر پڑتی تھی۔

پن چکی اور طلسم گھر بنانے والے دانشمند ہر ایک حکیم کی یہ خواہش تھی کہ میں ہی پہلے اپنا وعدہ وفا کروں تاکہ شاہزادی کے ساتھ نکاح کرنے کا مستحق ہو جاؤں کیونکہ اخیر شرط جس پر ایک کی کامیابی منحصر تھی وہ یہی تھی کہ دونوں میں سے جو کوئی پہلے اپنا وعدہ پورا کرے گا اسی کو نکاح کا استحقاق حاصل ہوگا۔ پن چکی بنانے والا حکیم بہت جلدی کے ساتھ اپنا کام پورا کر چکا گر قدرتی طور پر یہ بات منظور تھی کہ دونوں طلسم تیار ہو جائیں اسی واسطے ایک دوسرے کے کام سے بے خبر ہونے پائی۔

جس روز پن چکی بنانے والا اپنے کام سے فارغ ہوا تو اس نے شہر میں منادی کرادی کہ اب صرف نہر میں پانی دوڑنا رہ گیا ہے اور پن چکی چلائے جانے کا دن بھی معین کرکے مشتہر کر دیا کہ فلاں روز پن چکی چلیگی جب اس نے پن چکی چلا دیا تو اس وقت طلسم والے کو خبر ہوئی کہ حریف مقابل بازی جیت گیا۔ اسوقت وہ مورت پر صیقل کر رہا تھا جو طلسم گھر کے اونچی سطح پر بنائی گئی تھی وہ یہ حال دیکھکر مایوس ہوگیا اور فوراً چھت سے گر کر مر گیا۔ اور شرط کا میدان پن چکی بنانے والے کے ہاتھ رہا اور شاہزادی نے نکاح کیا۔ (مترجم)

وفات

دنیائے بے ثبات میں کیا ہو کسی کو ثبات
یہ گھر میں ہو مقیم وہ گھر ہی سفر میں ہے
سستی ہوئے و دیکھتے ہو چھوڑ کر مجھے
کچھ تو بھی تھا سہارا سفر میں ہے

اے چارہ ساز لذت سوز نہاں نہ پوچھ
میں کیا بتاؤں لطف جو درد جگر میں ہے
یارب شب فراق میں آتی نہیں ہے نیند
دل میں خیال یار ہے نقشہ نظر میں ہے
ہمدم نہ منع کر مجھے رونے دے زار زار
دریا کا جوش آج میری چشم تر میں ہے

برادران السلام علیکم

ہمارے دینی بھائی سید میر گل شاہ صاحب ۱۹ اگست کو فوت ہوگئے ہیں۔ ان کے عجیب و غریب ایمان بخش موت کا تذکرہ میں پھر کسی وقت مفصل طور پر کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس وقت برادران طریقت کی خدمت میں صرف اتنی عرض ہے کہ جو احمدی بھائی میری اس اطلاع کو دیکھے وہ ضرور سید میر گل شاہ صاحب کا جنازہ پڑہیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یہ وہ صاحب ہیں جن کا ذکر الحکم کے صفحوں میں بھی مصنف نے کیا ہے ان کو احمدی ہونے کی وجہ سے اپنے باپ نے قطعی طور پر عاق کر دیا تھا اس سبب سے خدا نے ان پر اتنا فضل عظیم کیا کہ مرض موت میں برابر نماز پڑھتے رہے اور درود اور استغفار کا ورد کرتے رہے اور آخیری کلام ان کا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ ہوا۔ اور بعد وفات چہرہ اسقدر نورانی ہوا کہ مخالف بھی حیران تھے۔ صبح کو مولوی عبد الرحمٰن نے فتویٰ دیا کہ یہ مرزائی ہے اس کا جنازہ ناجائز ہے جب عوام کا خیال آٹھ دکھا تو پھر خود ہی سب تمام مخالفین نے نماز جنازہ پڑھا۔ مبارک ان کو جو احمدی ہونے کی وجہ سے والدین سے عاق ہوتے ہیں میں پھر کہتا ہوں کہ بہت ہی مبارک ہیں وہ انسان جو اس امام آخر الزمان کے اتباع کی وجہ سے کفر اور کذب اور استادوں اور والدین سے عاق ہونے کا خطاب پاتا ہے۔

والسلام مع الاکرام۔

راقم محمد حسین خاکسار حسینی از دواتہ ضلع ہزارہ

جنگ کی مخالفت

کونٹ ٹالسٹائی نے موجودہ جنگ روس و جاپان کی مخالفت میں ایسی چوڑی مراسلتیں شائع کی ہیں جنمیں مذہباً ثابت کیا ہے کہ یہ جنگ محض شیطان کی انگیخت ہے جس نے روسیوں اور جاپانیوں کے سر پر سوار ہوکر جادۂ راستی سے گمراہ کر دیا ہے اور وہ اپنے مذہبی اصولوں کو بھول کر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔

ہم اس کے مضمون کو مفصل درج کرنے سے پہلے اس کے مختصر حالات بیان کرنے مناسب خیال کرتے ہیں۔ یہ روسی نسل کا امیر ابن امیر ہے اسوقت اسکی عمر چہتر برس کی ہوگی اس کی شکل و شباہت بالکل فقیرانہ ہے۔ مگر جسمانی قوت اور دماغی طاقت میں اب بھی جوانوں کے کان کترتا ہے۔ یہ عین عالم شباب میں فوج میں بھرتی ہوا۔ مگر محاربہ کریمیا کے بعد فوجی ملازمت سے مستعفی ہوکر تالیف و تصنیف میں مصروف ہوا۔ اور مذہبی تصانیف کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ مبذول کی اور ناول نویسی کے میدان میں سب سے بڑھ کر گوئی سبقت لے گیا۔ اور اپنے ملک کے بے زبان کاشتکاروں کی حمایت پر کمر بستہ ہوا۔ جو سنہ ۱۸۶۱ء تک قانوناً اپنے متمول مالکانِ زمین کے غلام تھے اور ان کے ساتھ بالکل غلاموں کا سا سلوک کیا جاتا تھا اور گو کاشتکاروں کو آزادی ملنے سے مالکانِ اراضی کی مطلق العنانی غارت ہوئی تھی۔ تاہم کونٹ ٹالسٹائی کی زبردست تحریروں کا روسی ارکان سلطنت و اعیان مملکت کے دلوں پر اسقدر بھاری اثر ہوا کہ انہوں نے کاشتکاروں کی آزادی کے مخل تمام قوانین منسوخ کرکے ان کو مالکوں کے زبردست پنجہ سے رہائی دی جس کے باعث رعایا کے اس طبقہ کے لوگ قدرتی طور پر اسکے جاں نثار و فدا ہوئے۔ اور یہ روسی کسانوں کے پنجہ سے محض اپنی ہر دلعزیزی کے باعث جانبر ہوا۔ ورنہ جو لوگ اس کے ہاتھوں سے نالاں تھے وہ بلا مبالغہ اس کا کچومر ہی نکال دیتے۔

الحکم میں قبل ازیں اس کا ایک خط بنام مفتی محمد صادق صاحب چھپ چکا ہے۔

کونٹ لیو ٹالسٹائی نے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ مراسلتوں کا ایک لمبا سلسلہ اپنی زبان میں شائع کیا ہے جس کا ترجمہ ہم ذیل میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:۔

باب اول

پھر جنگ۔ اور پھر رنج و محن کا سامنا جو بالکل ضروری نہیں اور ناحق گلے ڈالی جاتی ہے جس کے واسطے لوگوں کو دہوکا دیا جاتا ہے جو الناس کو بیوقوف بنایا جاتا ہے اور بے شمار اشخاص کو تہ تیغ کرایا جاتا ہے۔

کہو کیا آدمی دیکھو ایک جانب بدھ مذہب کے پیرو جن کے عقیدہ میں انسانوں کو چھوڑ حیوانوں کو بھی ہلاک کرنا گناہ کبیرہ میں داخل ہے اور دوسری جانب عیسائی ہیں جن کا پہلا اصول ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ الفت اور محبت کرنا ہے۔ جنگلی درندوں کی طرح ایک دوسرے کو ہلاک کرنے اذیت پہونچانے اور جور و ستم کا مورد کرنے کے نئے خشکی اور تری پر تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ کیا یہ خواب ہے یا فی الواقعہ ظہور میں آرہا ہے؟ ایک ایسا عالم چھایا ہوا ہے جس کے دیکھنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ کاش یہ وہی خواب ہی ہو بلکہ عالم خواب ہو جس کی بیداری کے بعد نام نشان بھی نظر نہ آسکے۔ مگر افسوس یہ خواب نہیں بلکہ دردناک واقعہ ہے۔

تاہم دور اندیش سمجھ سکتے ہیں کہ کسطرح جاپانی دہوکا دیکر اپنے کھیتوں سے جدا کئے گئے ہیں۔ حالانکہ ان کو یقین سے سکھایا گیا ہے کہ بدھ مذہب صرف ذی روح حیوانوں پر ہی ترس کرنا نہیں سکھاتا بلکہ اپنے دیوتوں کے آگے قربانی کرنے میں بھی اسی قسم کی احتیاط کا درس دیتا ہے۔ اور اسیطرح غریب و اجڈ لوگ ڈرا دھمکا کر اپنے گھروں سے الگ کئے گئے ہیں جن کے ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ دین عیسوی میں حضرت عیسیٰ مسیح۔ مریم اور حواریوں وغیرہ کی عبادت کیجاتی ہے۔ باینہمہ صدیوں کے جبر اور دہوکا سے دنیا کو بے پڑھا لکھا یعنی بھائیوں کو قتل کرنا اسی طرح ان کے ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ گویا ان کے لئے اسی میں نعمت دنیا و عقبیٰ پائی جاتی ہے اور صالح اور نیکیوں کا دنیا میں بڑا اور نیک فرض یہی ہے کہ ہزاروں میلوں کے فاصلوں سے جاکر اپنے بھائیوں کو قتل کریں۔

لیکن جن لوگوں کو ذہین اور عقیل ہونے کا دعویٰ ہے وہ کسطرح جنگ کا وعظ اور اپنے اس دعوے کی تائید کر سکتے ہیں اور خود اس کے خطروں کو برداشت کرنے کے بغیر اپنے سادہ لوح بھائیوں کو لڑائی کیواسطے بھیجنا داخل ثواب سمجھ سکتے ہیں؟ یہ ذہانت کے مدعی اگر اپنے آپ کو عیسائی سمجھتے ہیں تو قانون عیسوی کو کسطرح نظر انداز کر سکتے ہیں؟ لیکن جنگ کے مظالم۔ لغویت اور حماقت کی نسبت جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ صفحۂ قرطاس پر موجود ہے جو کچھ تذکرہ کیا جاتا ہے وہ زبان زد خلائق ہے۔ پس جنگ کے بانی اس لئے ذہین اور عقیل ہونے کے کہ خود سب کچھ جانتے ہیں اور سر کٹانے والوں کو کہتا ان کے آئین اخبار کا کھیل ہے۔ چنانچہ ایک بڑی تعداد نے اس بات کا علی الاعلان پبلک کے سامنے اعتراف کیا ہے۔ دیکھئے ہیگ کی کانفرنس میں کیا ہوا تھا۔ اور اس کی تمام کتب و رسالے۔ اخبارات اور پمفلٹ وغیرہ اور وہ تقریریں کی گئی ہیں جنمیں زور دیا گیا تھا کہ تمام سلطنتیں اپنے تنازعات کا بذریعہ ثالثی فیصلہ کرایا کریں۔ کون سمجھدار شخص کہہ سکتا ہے کہ سلطنتوں کی ہمیشہ سے آپس میں موجودہ بندیوں کے استحکام اور جنگی طاقت کو تقویت دینے کے بارہ میں جو روش چلی آئی ہے محض اسے خونخوار بنانا مد نظر نہیں تھا۔ واقفکار لوگ خوب جانتے ہیں کہ انسانوں کے پسینہ کی کمائی کا کروڑہا روپیہ جنگوں کی تیاریوں میں صرف

کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے اور یہی وہ راحت حقیقی ہے جس کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ تمام خواہشیں جو خدا کی رضامندی کے مخالف ہیں دوزخ کی آگ ہیں اور اون خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی ہے۔ مگر اس جگہ سوال یہ ہے کہ اس جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو۔ اس کے جواب میں جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفت الٰہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو کیونکہ نفسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو ایمان کو تباہ کرنے کے لئے بڑے زور سے بہ رہا ہے اور کامل کا تدارک بجز کامل کے غیر ممکن ہے پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے کامل معرفت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ لوہے کو لوہے کے ساتھ ہی توڑ سکتے ہیں یہ امر زیادہ دلائل کا محتاج نہیں کہ قدردانی اور محبت اور خوف یہ سب امور معرفت یعنی پہچاننے سے ہی پیدا ہوتے ہیں اگر ایک بچہ کے ہاتھ میں مثلاً ایک ایسا گوہر دیا جائے جس کی کئی کروڑ روپیہ قیمت ہو سکتی ہے تو وہ صرف اوس کی اوسی حد تک قدر کرے گا جیسا کہ ایک کھلونے کی قدر کرتا ہے اور اگر ایک شخص کو اوس کی لاعلمی کی حالت میں شہد میں زہر ملا کر دیا جائے تو وہ اوس شہد کو کھا جائیگا اور یہ نہیں سمجھیگا کہ اس میں میری موت ہے۔ کیونکہ اوس کو ایسے شہد کی معرفت نہیں۔ لیکن تم دانستہ ایک سانپ کے سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈال سکتے کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ ایسے کام سے مرنے کا اندیشہ ہے ایسا ہی تم ایک ہلاہل زہر کو دانستہ کھا نہیں سکتے کیونکہ تمہیں یہ معرفت حاصل ہے کہ اس زہر کے کھانے سے مر جاؤ گے پھر کیا سبب ہے کہ اوس موت کی تم کچھ بھی پروا نہیں کرتے کہ جو خدا کے حکموں کے توڑنے سے تم پر وارد ہو جائیگی۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہی سبب ہے کہ اس جگہ تمہیں ایسی معرفت حاصل نہیں جیسا کہ تمہیں سانپ اور زہر کی معرفت حاصل ہے یعنی اون چیزوں کی پہچان کی یقینی ہے اور کوئی منطق اس علم کو توڑ نہیں سکتی۔ یہ معرفت تامہ انسان کو اون تمام کاموں سے روکتی ہے جن میں انسان کے جان یا مال کا نقصان ہو اور ایسے رکنے میں انسان کسی کفارہ کا محتاج نہیں کیا یہ سچ نہیں کہ بدمعاشر لوگ بھی جو جرائم کے عادی ہوتے ہیں ہزاروں ایسے نفسانی جذبات سے دستکش ہو جاتے ہیں جن میں وہ یقین جانتے ہیں کہ وہ دست بدست پکڑے جائینگے اور سخت سزائیں دیجائینگی۔ اور تم دیکھتے ہو کہ وہ لوگ روز روشن میں ایسے دوکانوں کے لوٹنے کے لئے قصد نہیں کر سکتے۔ جن میں ہزارہا روپے پڑے ہیں اور اون کے رستہ پر سپاہیوں پولیس کے کانسٹیبل ہتھیاروں کے ساتھ دورہ کر رہے ہیں۔ پس بیباک لوگ چوری یا استیصال بالجبر سے اس لئے رکتے ہیں۔ کہ کسی کفارہ پر اون کو پختہ ایمان ہے۔ یا کسی صلیبی عقیدہ کا اون کے دلوں پر رعب ہے۔ نہیں بلکہ محض اس لئے کہ وہ گورنمنٹ کی قانونی دلیروں کو پہچانتے ہیں۔ اور اون کی تلواروں کی چمک سے اُن کے دلوں پر لرزہ پڑتا ہے اور اون اسباب کی معرفت تامہ حاصل ہے کہ وہ دست درازی سے ماخوذ ہو کر سیدھے جیلخانہ میں بھیجے جائینگے اور اس اصول پر صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات بھی پابند ہیں۔ ایک حملہ کرنے والا شیر جلتی ہوئی آگ میں اپنے تئیں نہیں ڈال سکتا گو کہ اوس کے دوسری طرف ایک شکار بھی موجود ہو۔ اور ایک بھیڑیا ایسی بکری پر حملہ نہیں کر سکتا جس کے سر پر مالک اوس کا معہ ایک بھری ہوئی بندوق اور کھینچی ہوئی تلوار کے کھڑا ہے۔ پس اے پیارو یہ نہایت سچا اور آزمودہ فلسفہ ہے کہ انسان گناہ سے بچنے کے لئے معرفت تامہ کا محتاج ہے۔ نہ کسی کفارہ کا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر نوح کی قوم کو وہ معرفت تامہ حاصل ہوتی جو کامل خوف کو پیدا کرتی ہے تو وہ کبھی غرق نہ ہوتی۔ اور اگر لوط کی قوم کو وہ پہچان بخشی جاتی تو اون پر پتھر نہ برستے۔ اور اگر اس ملک کو ذات الٰہی کی وہ شناخت عطا کی جاتی جو بدن پر خوف سے لرزہ ڈالتی ہے تو اوس پر طاعون سے وہ تباہی نہ آتی جو آگئی۔ مگر ناقص معرفت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اور نہ اوس کا نتیجہ جو خوف اور محبت ہے کامل ہو سکتا ہے۔ ایمان جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور محبت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور خوف جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور معرفت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔ اور ہر ایک غذا اور شربت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔ کیا تم بھوک کی حالت میں صرف ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو۔ یا پیاس کی حالت میں صرف ایک قطرہ سے سیراب ہو سکتے ہو۔ پس اے سست ہمتو! اور طلب حق میں کاہلو۔ تم تھوڑی معرفت سے اور تھوڑی محبت سے اور تھوڑے خوف سے کیونکر خدا کے بڑے فضل کے امیدوار ہو سکتے ہو۔ گناہ سے پاک کرنا خدا کا کام ہے اور اپنی محبت سے دل کو پُر کر دینا اسی قادر توانا کا فعل ہے اور اپنی عظمت کا خوف کسی دل میں قایم کرنا اوسی جناب کے ارادہ سے وابستہ ہے اور قانون قدرت قدیم سے ایسا ہی ہے کہ یہ سب کچھ معرفت کاملہ کے بعد ملتا ہے۔ خوف اور محبت اور قدردانی کی جڑھ معرفت کاملہ ہے۔ پس جس کو معرفت کاملہ دی گئی۔ اوس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی ہے۔ اور جسکو خوف اور محبت کامل دی گئی اُس کو ہر ایک گناہ سے جو بیباکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔ پس ہم اس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں۔ اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے۔ بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں۔ جو اپنے نفس کی قربانی ہے۔ جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔ اسلام کے معنے ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا۔ یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت کی روح اور تمام احکام کی جان ہے ذبح ہونے کے لئے اپنی دلی خوشی اور رضا سے گردن آگے رکھدینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے۔ پس اسلام کا لفظ اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لئے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے نہ کسی اور چیز کی ضرورت۔ اسی کی طرف خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اشارہ فرمایا ہے۔ لن ینال اللّٰہ لحومها ولا دماؤها ولکن ینالہ التقوی منکم۔ یعنی تمہاری (قربانیوں) کے نہ تو گوشت میرے تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور نہ خون بلکہ صرف یہ قربانی میرے تک پہنچتی ہے کہ تم مجھ سے ڈرو اور میرے لئے تقویٰ اختیار کرو +

اب جاننا چاہیئے۔ کہ مذہب اسلام کے تمام احکام کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ حقیقت جو لفظ اسلام میں مخفی ہے۔ اُس تک پہنچایا جائے اسی غرض کے لحاظ سے قرآن شریف میں ایسی تعلیمیں ہیں۔ کہ جو خدا کو پیارا بنانے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔ کہیں اوس کے حسن و جمال کو دکھاتی ہیں۔ اور کہیں اوس کے احسانوں کو یاد دلاتی ہیں۔ کیونکہ کسی کی محبت یا تو حسن کے ذریعہ سے دل میں بیٹھتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے۔ کوئی بھی اوس میں نقص نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبدا ہے تمام مخلوق کا۔ اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا۔ اور مالک ہے تمام جزا سزا کا۔ اور مرجع ہے تمام امور کا۔ اور نزدیک ہے باوجود دوری کے اور دور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے۔ کہ اُس کے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے۔ کہ اُس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اوس کے ساتھ زندہ ہے وہ قایم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اسکے ساتھ قایم ہے۔ اوس نے ہر ایک چیز کو اوٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اوسکو اوٹھا رکھا ہو۔ کوئی چیز نہیں جو اوس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اوس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے وہ ہر ایک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے وہ آسمان اور زمین کی ہر ایک چیز کا نور ہے اور ہر ایک نور اُسی کے ہاتھ سے چمکا۔ اور اوسی کی ذات کا پرتوہ ہے وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ کوئی روح نہیں جو اوس سے پرورش نہ پاتی ہو اور خود بخود ہو۔ کسی روح کی کوئی قوت نہیں۔ جو اوس سے نہ ملی ہو اور خود بخود ہو۔ اور اوس کی رحمتیں دو قسم کی ہیں (۱) ایک وہ جو بغیر سبقت عمل کسی عامل کے قدیم سے ظہور میں آ رہی ہیں۔ جیسا کہ زمین اور آسمان اور سورج اور چاند اور ستارے اور پانی اور آگ اور ہوا۔ اور تمام ذرات اس عالم کے جو ہمارے آرام کے لئے بنائے گئے۔ ایسا ہی جن جن چیزوں کی ہمیں ضرورت تھی وہ تمام چیزیں ہماری پیدائش سے پہلے ہی ہمارے لئے مہیا کی گئیں۔ اور یہ سب اوس وقت کیا گیا جبکہ ہم خود موجود نہ تھے نہ ہمارا کوئی عمل تھا۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ سورج میرے عمل کی وجہ سے پیدا کیا گیا یا زمین میرے کسی عمدہ کرم کے سبب سے بنائی گئی غرض یہ وہ رحمت ہے جو انسان اور اوس کے عملوں سے پہلے ظاہر ہو چکی ہے جو کسی کے عمل کا نتیجہ نہیں۔

(۲) دوسری رحمت وہ ہے جو اعمال پر مترتب ہوتی ہے اور اوس کی تصریح کی کچھ ضرورت نہیں۔ ایسا ہی قرآن شریف میں وارد ہے کہ خدا کی ذات ہر ایک عیب سے پاک ہے۔ اور ہر ایک نقصان سے منزہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اوس کی تعلیم کی پیروی کرکے عیبوں سے پاک ہو۔ اور وہ فرماتا ہے۔ من کان فی هذه اعمی فهو فی الآخرة اعمی یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے گا۔ اوس ذات بیچون کا اُس کو دیدار نہیں ہوگا وہ مرنے کے بعد بھی اندھا ہی ہوگا اور تاریکی اوس سے جدا نہیں ہوگی۔ کیونکہ خدا کے دیکھنے کے لئے اسی دنیا میں حواس ملتے ہیں اور جو شخص ان حواس کو دنیا سے ساتھ نہیں لے جائیگا وہ آخرت میں بھی خدا کو دیکھ نہیں سکے گا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صاف سمجھا دیا ہے کہ وہ انسان سے کس ترقی کا طالب ہے اور انسان اوس کی تعلیم کی پیروی سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ قرآن شریف میں اُس تعلیم کو پیش کرتا ہے جسکے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اسی دنیا میں دیدار الٰہی میسر آ سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ من کان یرجو لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربه احدا۔ یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اسی دنیا میں اوس خدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جنمیں کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی عمل اوس کے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ اُن کی وجہ سے دل پر تکبر پیدا ہو کہ میں ایسا ہوں اور ایسا ہوں اور نہ وہ عمل ناقص اور ناتمام ہوں اور نہ اون میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبت ذاتی کے برخلاف ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ اوس کے یہ بھی چاہیئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو نہ سورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے نہ ہوا نہ آگ نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ایسا اون پر بھروسا کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کی قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز

(باقی

بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں اور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت روح گری رہے اور دعاؤں کے ساتھ اوس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے اور اوس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست و پا بھی ہے اور اسکے سامنے ایک چشمہ نمودار ہوا ہو نہایت صافی اور شیریں۔ پس اوس نے افتاں و خیزاں بہر حال اپنے تئیں اُس چشمہ تک پہنچا دیا اور اپنی لبوں کو اوس چشمہ پر رکھ دیا اور علیحدہ نہ ہوا جب تک سیراب نہ ہوا۔ اور پھر قرآن میں ہمارا خدا اپنی خوبیوں کے بارے میں فرماتا ہے قل ھو اللّٰہ احد اللّٰہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد۔ یعنی تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے نہ کوئی ذات اُسکی ذات جیسی ازلی اور ابدی یعنی انادی اور اکال ہے نہ کسی چیز کے صفات اوس کی صفات کے مانند ہیں انسان کا علم کسی معلم کا محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر اوس کا علم کسی معلم کا محتاج نہیں اور با اینہمہ غیر محدود ہے انسان کی شنوائی ہوا کی محتاج ہے اور محدود ہے مگر خدا کی شنوائی ذاتی طاقت سے ہے اور محدود نہیں اور انسان کی بینائی سورج یا کسی دوسری روشنی کی محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر خدا کی بینائی ذاتی روشنی سے ہے اور غیر محدود ہے ایسا ہی انسان کے پیدا کرنے کی قدرت کسی مادہ کی محتاج ہے اور نیز وقت کی محتاج اور پھر محدود ہے لیکن خدا کی پیدا کرنے کی قدرت نہ کسی مادہ کی محتاج ہے نہ کسی وقت کی محتاج اور غیر محدود ہے کیونکہ اس کی تمام صفات بے مثل و مانند ہیں اور جیسے کہ اس کی کوئی مثل نہیں اس کی صفات کی بھی کوئی مثل نہیں۔ اگر ایک صفت میں وہ ناقص ہو تو پھر تمام صفات میں ناقص ہو گا۔ اس لئے اس کی توحید قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنی ذات کی طرح اپنی تمام صفات میں بے مثل و مانند نہ ہو پھر اس سے آگے آیۂ ممدوحہ بالا کے یہ معنے ہیں کہ خدا نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہے کیونکہ وہ غنی بذات ہے اس کو نہ باپ کی حاجت ہے اور نہ بیٹے کی۔ یہ وہ توحید ہے جو قرآن شریف نے سکھلائی ہے جو مدار ایمان ہے اور اعمال کے متعلق یہ آیت جامع قرآن شریف میں ہے۔ ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ یعنی خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ انصاف کرو اور عدل پر قائم ہو جاؤ اور اگر اس سے زیادہ کامل بننا چاہو تو پھر احسان کرو یعنی ایسے لوگوں سے سلوک اور نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی اور اگر اس سے بھی زیادہ کامل بننا چاہو تو محض ذاتی ہمدردی سے اور محض طبعی جوش سے بغیر نیت کسی شکر یا منت کرنے کے بنی نوع سے نیکی کرو جیسا کہ ماں

اپنے بچہ سے فقط طبعی جوش سے نیکی کرتی ہے۔ اور فرمایا کہ خدا انہیں اس سے منع کرتا ہے کہ کوئی زیادتی کرو یا احسان جتلاؤ یا سچی ہمدردی کرنے والے کا فرنمت بنو اور اسی آیت کی تشریح میں ایک اور مقام میں فرماتا ہے۔ ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً ویتیماً واسیراً انما نطعمکم لوجہ اللّٰہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکوراً۔ یعنی کامل راستباز جب غریبوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں تو محض خدا کی محبت سے دیتے ہیں نہ کسی اور غرض سے دیتے ہیں اور وہ انہیں مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ یہ خدمت خاص خدا کے لئے ہے اس کا ہم کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا شکر کرو۔ اور پھر سزا جزا کے بارے میں فرمایا جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفیٰ واصلح فاجرہ علی اللّٰہ۔ یعنی بدی کا بدلہ اسیقدر بدی ہے۔ دانت کے عوض دانت اور آنکھ کے عوض آنکھ اور گالی کے عوض گالی۔ اور جو شخص معاف کر دے مگر ایسا معاف کرنا جس کا نتیجہ کوئی اصلاح ہو نہ کوئی خرابی یعنی جس کو معاف کیا گیا ہے وہ کچھ سدھر جائے اور بدی سے باز آ جائے تو اس شرط سے معاف کرنا انتقام سے بہتر ہو گا اور معاف کرنے والے کو اس کا بدلہ ملے گا یہ نہیں کہ ہر ایک محل بے محل میں ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دی جائے یہ تو دور از حکمت ہے اور بعض اوقات بدوں سے نیکی کرنا ایسا مضر ہو جاتا ہے کہ گویا نیکوں سے بدی کی ہے۔ اور پھر فرمایا ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ یعنی اگر کوئی تجھ سے بدی کرے تو تو اوس سے زیادہ نیکی کر اور اگر تو ایسا کرے گا تو مابین تمہارے اگر کوئی عداوت بھی ہو گی تو وہ ایسی دوستی سے بدل جائیگی کہ گویا وہ شخص ایک دوست ہی ہے اور رشتہ دار بھی ہے۔ اور فرمایا ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً۔ ولا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم۔ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور۔ وقولوا قولاً سدیداً واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً۔ یعنی چاہئے کہ ایک تمہارا دوسرے کا گلہ مت کرے کیا تم پسند کرتے ہو کہ مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔ اور چاہئے کہ ایک قوم دوسری قوم پر ہنسی نہ کرے کہ ہماری اونچی ذات اور ان کی کم ہے۔ ممکن ہے کہ وہ تم سے بہتر ہوں اور خدا کے نزدیک تو زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ نیکی اور پرہیزگاری سے حصہ لیتا ہے قوموں کا تفرقہ کچھ چیز نہیں ہے اور تم برے ناموں سے جن سے لوگ چڑتے ہیں یا ہتک سمجھتے ہیں انکو مت پکارو ورنہ خدا کے نزدیک تمہارا نام بدکار رہو گا اور بتوں سے اور جھوٹ سے پرہیز کرو کہ یہ دونوں ناپاک ہیں اور جب

بات کرو تو حکمت اور معقولیت سے کرو۔ اور لغو گوئی سے بچو اور چاہئے کہ تمہارے تمام اعضا اور تمام قوتیں خدا کی تابع ہوں اور تم سب یک ہو کر اس کی اطاعت میں لگو اور پھر ایک مقام میں فرمایا الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم۔ ثم لترونھا عین الیقین ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ اے وے لوگو جو خدا سے غافل ہو دنیا طلبی نے تمہیں غافل کیا یہاں تک کہ تم قبروں میں داخل ہو جاتے ہو اور غفلت سے باز نہیں آتے یہ تمہاری غلطی ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا پھر میں کہتا ہوں کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہو جائے تو تم علم کے ذریعہ سے سوچ کر کے اپنے جہنم کو دیکھ لو اور تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہاری زندگی جہنمی ہے پھر اگر اس سے بڑھ کر تمہیں معرفت ہو جائے تو تم یقین کامل کی آنکھ سے دیکھ لو کہ تمہاری زندگی جہنمی ہے پھر وہ وقت بھی آتا ہے کہ تم جہنم میں ڈالے جاؤ گے اور ہر ایک عیاشی اور بے اعتدالی سے پوچھے جاؤ گے یعنے عذاب میں ماخوذ ہو کر حق الیقین تک پہنچ جاؤ گے۔ ان آیات میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یقین تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ محض علم اور قیاس سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ کوئی دور سے دھواں دیکھے اور قیاس اور عقل کو دخل دیکر سمجھ لے کہ اس جگہ ضرور آگ ہو گی۔ اور پھر دوسری قسم یقین کی یہ ہے کہ اس آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے پھر تیسری قسم یقین کی یہ ہے کہ مثلاً اوس آگ میں ہاتھ ڈال دے اور اس کی قوت احراق سے مزہ چکھ لے پس یہ تین قسمیں ہوئیں۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے سمجھایا کہ تمام راحت انسان کی خدا تعالیٰ کے قرب اور محبت میں ہے۔ اور جب اس سے علاقہ توڑ کر دنیا کی طرف جھکے تو یہ جہنمی زندگی ہے اور اس جہنمی زندگی پر آخر کار ہر ایک شخص اطلاع پا لیتا ہے اور اگرچہ اسوقت اطلاع پاوے جب کہ دنیوی مال و متاع اور دنیا کے تعلقات کو چھوڑ کر مرنے لگے اور پھر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کے مقام اور عزت کا پاس کرے اور اس بات سے ڈر کر ایک دن خدا کے حضور میں پوچھا جائیگا۔ گناہ کو چھوڑتا ہے اوسکو دو بہشت عطا ہونگے۔ (۱) اوّل اسی دنیا میں بہشتی زندگی اس کو عطا کی جاوے گی اور ایک پاک تبدیلی اس میں پیدا ہو جائیگی۔ اور خدا اس کا متولی اور متکفل ہو گا دوسرے مرنے کے بعد جاودانی بہشت اس کو عطا کیا جائیگا۔ یہ اس لئے کہ وہ خدا سے ڈرا اور اس کو دنیا پر اور نفسانی جذبات پر مقدم کر لیا۔ پھر ایک اور جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے انا اعتدنا للکافرین سلاسلا واغلالا وسعیرا۔ ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافوراً۔ عیناً یشرب بھا عباد اللّٰہ

یفجرونھا تفجیراً۔ ویسقون فیھا کاساً کان مزاجھا زنجبیلا عیناً فیھا تسمٰی سلسبیلا یعنی ہم نے کافروں کے لئے جو ہماری محبت دل میں نہیں رکھتے اور دنیا کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ زنجیر اور طوق گردن اور دل کے جلنے کے سامان تیار کر رکھے ہیں۔ اور دنیا کی محبت کی ان کے پیروں میں زنجیریں ہیں اور گردنوں میں ترک خدا کا ایک طوق ہے جس سے سر اوٹھا کر اوپر کو نہیں دیکھ سکتے اور دنیا کی طرف جھکے جاتے ہیں اور دنیا کی خواہشوں کی ہر وقت ان کے دلوں میں ایک جلن ہے۔ مگر وہ جو نیکوکار ہیں۔ وہ اسی دنیا میں ایسا کافوری شربت پی رہے ہیں جس نے ان کے دلوں میں سے دنیا کی محبت ٹھنڈی کر دی ہے اور دنیا طلبی کی پیاس بجھا دی ہے کافوری شربت کا ایک چشمہ ہے جو ان کو عطا کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس چشمہ کو پھاڑ پھوڑ کر نہر کی صورت پر کر دیتے ہیں۔ تا وہ نزدیک اور دور کے پیاسوں کو اس شربت سے حصہ دیں۔ اور جب وہ چشمہ نہر کی صورت پر آ جاتا ہے اور قوت ایمانی بڑھ جاتی ہے اور محبت الٰہی نشو و نما پانے لگتی ہے تب ان کو ایک اور شربت پلایا جاتا ہے جو زنجبیلی شربت کہلاتا ہے۔ یعنی پہلے تو وہ کافوری شربت پیتے ہیں جس کا کام صرف اسقدر ہے کہ دنیا کی محبت ان کے دلوں پر سے ٹھنڈی کر دے۔ لیکن بعد اس کے وہ ایک گرم شربت کے بھی محتاج ہیں تا کہ خدا کی محبت کی گرمی ان میں بھڑکے کیونکہ صرف بدی کا ترک کرنا کمال نہیں ہے پس اسی کا نام زنجبیلی شربت ہے۔ اور اس چشمہ کا نام سلسبیل ہے جس کے معنی ہیں کہ خدا کی راہ پوچھ۔ اور پھر ایک مقام میں فرمایا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا۔ یعنی نفسانی گرفتاریوں سے وہ شخص نجات پا گیا اور بہشتی زندگی کا مالک ہو گیا۔ جس نے اپنے نفس کو پاک بنا لیا اور ناکام اور نامراد رہا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو زمین میں دھنسا یا اور آسمان کی طرف رخ نہ کیا اور چونکہ یہ مقامات صرف انسانی سعی سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے جا بجا قرآن شریف میں دعا کی ترغیب دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اور پھر فرمایا واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون۔ یعنے اگر میرے بندے میرے وجود سے سوال کریں کہ کیونکر اس کی ہستی ثابت ہے۔ اور کیونکر سمجھا جائے کہ خدا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں بہت ہی نزدیک ہوں میں اپنے پکارنے والے کو جواب دیتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی آواز سنتا ہوں اور اس سے ہم کلام ہوتا ہوں۔ پس چاہئے کہ اپنے تئیں ایسے بناویں کہ میں اس سے ہم کلام ہو سکوں اور مجھ پر کامل ایمان لاویں۔ تا اُن کو میری راہ ملے۔ اور پھر فرمایا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی جو لوگ

ہماری راہ میں اور ہماری طلب کے لئے طرح طرح کی کوششیں اور محنتیں کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنی راہ دکھلا دیتے ہیں۔ اور پھر فرماتا ہے ادعونی استجب لکم یعنی اگر خدا سے ملنا چاہتے ہو تو دعا بھی کرو۔ اور کوشش بھی کرو اور صادقوں کی صحبت میں بھی رہو۔ کیونکہ اس راہ میں صحبت بھی شرط ہے یہ تمام احکام وہ ہیں۔ جو انسان کو اسلام کی حقیقت تک پہونچاتے ہیں کیونکہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھدینا اور اپنے تمام ارادوں سے کہوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضا میں محو ہو جانا اور خدا میں گم ہو کر ایک موت اپنے پر وارد کر لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پورا رنگ حاصل کر کے محض محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بنا پر۔ اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا۔ جو محض اس کے ساتھ دیکھتی ہوں اور ایسے کان حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ سنتے ہوں اور ایسا دل پیدا کرنا جو سراسر اس کی طرف جھکا ہوا ہو اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اس کے بلائے بولتی ہو۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی قویٰ اپنے ذمہ کا تمام کام کر چکتے ہیں اور پورے طور پر انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے تب خدا تعالےٰ کی رحمت اپنے زندہ کلام اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ دوبارہ اس کو زندگی بخشتی ہے۔ اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے اور وہ دقیق در دقیق نور جس کو عقلیں دریافت نہیں کر سکتیں اور آنکھیں اسکی کنہ تک نہیں پہونچتیں۔ وہ خود انسان کے دل سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنی ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس سے نزدیک ہیں پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے۔ تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو ان نئی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس کی آواز سنتا ہے اور اسکی نور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہوا پاتا ہے۔ تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے۔ اور انسان اپنے خدا کے مشاہدہ سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے۔ اور ایک نور کا پیراہن پہن لیتا ہے۔ اور نہ صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے۔ بلکہ اسی جگہ اور اسی دنیا میں دیدار اور جنت کی نعمتوں کو پالیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو جامع صفات کاملہ ہے جس کی ذات و صفات میں اور کوئی شریک نہیں اور یہ کہکر پھر وہ استقامت اختیار کرتے ہیں اور کیسے ہی زلزلے آویں۔ اور بلائیں نازل ہوں۔ اور موت کا سامنا ہو۔ ان کے ایمان اور صدق میں فرق نہیں آتا۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں اور خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور کہتا ہے

کہ تم بلاؤں سے اور خوفناک دشمنوں سے مت ڈرو اور گذشتہ مصیبتوں سے غمگین ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں اسی دنیا میں تمہیں بہشت دیتا ہوں جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ پس تم اس سے خوش رہو اب واضح ہو کہ یہ باتیں بغیر شہادت کے نہیں اور یہ ایسے وعدہ نہیں کہ جو پورے نہیں ہوئے بلکہ ہزار ہا اہل دل مذہب اسلام میں اس روحانی بہشت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ درحقیقت اسلام وہ مذہب ہے جسکے سچے پیرووں کو خدا تعالےٰ نے تمام گذشتہ راستبازوں کا وارث ٹھیرایا ہے اور ان کی متفرق نعمتیں اس امت مرحومہ کو عطا کر دی ہیں۔ اور اس نے اس دعا کو قبول کر لیا ہے جو قرآن شریف میں آپ سکھلائی تھی اور وہ یہ ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ہمیں وہ راہ دکھلا۔ جو ان راستبازوں کی راہ ہے۔ جن پر تو نے ہر ایک انعام اکرام کیا ہے۔ یعنی جنہوں نے تجھ سے ہر ایک قسم کی برکتیں پائی ہیں۔ اور تیرے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوئے ہیں اور تجھ سے دعاؤں کی قبولیتیں حاصل کی ہے۔ اور تیری نصرت اور مدد اور راہ نمائی ان کے شامل حال ہوئی ہے اور ان لوگوں کی راہوں سے ہمیں بچا۔ جن پر تیرا غضب ہے اور جو تیری راہ کو چھوڑ کر اور اور راہوں کی طرف چلے گئے ہیں یہ وہ دعا ہے جو نماز میں پانچ وقت پڑھی جاتی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ اندھا ہونے کی حالت میں دنیا کی زندگی بھی ایک جہنم ہے اور پھر مرنا بھی ایک جہنم ہے اور درحقیقت خدا کا سچا تابع اور واقعی نجات پانے والا وہی ہو سکتا ہے جو خدا کو پہچان لے اور اوس ہستی پر کامل ایمان لے آوے اور وہی ہے جو گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔ اور خدا کی محبت میں محو ہو سکتا ہے۔ پس جو دل میں یہ خواہش اور یہ طلب نہیں کہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ یقینی طور پر اس کو نصیب ہو وہ ایک مردہ دل ہے اور جس دین میں یہ قوت نہیں کہ اس کمال تک پہنچا وے اور اپنے سچے پیرووں کو خدا کا ہم کلام بنا دے وہ دین منجانب اللہ نہیں ایسا ہی جس کسی نبی نے اس راہ کی طرف لوگوں کو نہیں چلایا کہ خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ کے طالب ہوں اور کامل معرفت کے خواہاں ہوں۔ وہ نبی بھی خدا کی طرف سے نہیں ہے اور وہ خدا پر افترا کرتا ہے کیونکہ انسان کا عظیم الشان مقصود جس سے وہ گناہوں سے نجات پا سکتا ہے۔ یہی ہے کہ خدا کی ہستی اور اس کی سزا جزا پر اس کو پورا یقین آ جاوے مگر اس غیب الغیب خدا پر کیونکر یقین حاصل ہو جب تک اوس کی طرف سے انا الموجود کی آواز نہ پہنچ جاوے اور جب تک کہ انسان اس کی طرف سے کھلے کھلے نشان مشاہدہ نہ کرے کیونکہ اس کی ہستی پر یقین کامل آ وے۔ عقلی دلائل سے خدا کے وجود کا پتہ لگانا صرف اس حد تک ہے کہ عقل سلیم زمین اور آسمان اور ان کی ترتیب ابلغ اور محکم کو دیکھکر یہ تجویز کرتی ہے کہ ان مصنوعات پر حکمت کا کوئی صانع ہونا چاہئے۔ مگر یہ دکھلا نہیں سکتے کہ فی الحقیقت صانع ہے بھی اور ظاہر ہے کہ ہونا چاہئے۔ صرف ایک خیال

ہے اور ہے ایک امر واقعہ کا ثبوت ہے اور دونوں میں فرق کھلا کھلا ہے۔ یعنی پہلی صورت میں صرف ضرورت صانع بتلائی گئی ہے اور دوسری صورت میں اس کے فی الواقع موجود ہونے کی شہادت دی جاتی ہے غرض اس زمانہ میں کہ مذاہب کی باہمی کشاکش کا ایک تند و تیز سیلاب چل رہا ہے۔ طالب حق کو اس اصل مقصود کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ کہ مذہب وہی سچا ہے جو یقین کامل کے ذریعہ سے خدا کو دکھلا سکتا ہے اور خدا کی ہم کلامی کا شرف بخش سکتا ہے اور اس طرح اپنی روحانی قوت اور روح پرور خاصیت سے دلوں کو گناہ کی تاریکی کو چھڑا سکتا ہے اور اس کے سوا سب دہوکہ دینے والے ہیں اب ہم اس ملک کے چند مذاہب پر نظر کرتے ہیں کہ کیا وہ خدا تعالےٰ کی معرفت کے بارے میں یقین کامل تک پہنچا سکتے ہیں اور کیا اون کی کتابوں میں یہ وعدہ موجود ہے کہ وہ خدا کے یقینی مکالمہ سے شرف حاصل کرا سکتے ہیں اور اگر موجود ہے تو کیا اس زمانہ میں ان میں سے کوئی اس کا مصداق پایا بھی جاتا ہے۔ پس ہم سو سب سے پہلے قابل ذکر وہ مذہب ہے جو مسیحی مذہب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ اس مذہب کے بارے میں ہمیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مسیحی صاحبوں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے۔ کہ مسیح کے زمانہ کے بعد الہام اور وحی پر مہر لگ گئی ہے۔ اور اب یہ نعمت آگے نہیں۔ بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور اب اس کے پانے کی کوئی بھی راہ نہیں اور قیامت تک نومیدی ہے اور فیض کا دروازہ بند ہے اور شاید یہی وجہ ہوگی کہ نجات پانے کے لئے ایک نئی تجویز نکالی گئی ہے اور ایک نیا نسخہ تجویز کیا گیا ہے۔ جو تمام جہان کے اصول سے نرالا اور سراسر عقل اور انصاف اور رحم سے مخالف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تمام جہان کے گناہ اپنے ذمہ لیکر صلیب پر مرنا منظور کیا تا ان کی اس موت سے دوسروں کی رہائی ہو۔ اور خدا نے اپنے بے گناہ بیٹے کو مارا تا گنہگاروں کو بچاوے۔ لیکن ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس قسم کی مظلومانہ موت کیونکر دوسروں کے دل گناہ کی پلید خصلت سے چھڑا کر صاف اور پاک ہو سکتے ہیں اور کیونکر ایک بے گناہ کے قتل ہونے سے دوسروں کو گذشتہ گناہوں کی معافی سند مل سکتی ہے بلکہ اس طریق میں انصاف اور رحم دونوں کا خون ہے کیونکہ گناہ گار کے عوض میں بیگناہ کو پکڑنا خلاف انصاف ہے اور نیز بیٹے کو اس طرح ناحق سخت دلی کے ساتھ قتل کرنا خلاف رحم ہے اور اس حرکت سے فائدہ خاک نہیں اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ اصل سبب گناہ کی بلاء کا قلت معرفت ہے پس جب تک ایک علت موجود ہے تب تک معلول کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ علت کا وجود معلول کے وجود کو چاہتا ہے۔ اب جائے حیرت ہے کہ یہ کیسا فلسفہ ہے کہ گناہ کرنے کی علت جو قلت معرفت بدستور ہے۔ وہ تو سر پر موجود کھڑی ہے مگر معلول اسکا جو ارتکاب گناہ کی حالت ہے وہ معدوم ہوگئی ہے تجربہ ہزاروں گواہ پیش کرتا ہے کہ بجز معرفت کامل کے نہ کسی چیز کی محبت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ کسی چیز کا خوف

پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کی قدر دانی ہوتی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کسی فعل یا ترک فعل کو یا تو خوف کی وجہ سے کرتا ہے اور یا محبت کی وجہ سے۔ اور خوف اور محبت دونوں معرفت سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس جب معرفت نہیں تو نہ خوف ہے اور نہ محبت ہے۔ اے عزیزو۔ اور پیارو اس جگہ راستی کی حمایت اس بیان کے لئے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ خدا تعالےٰ کی معرفت کے بارے میں حضرات مسیحیوں کے ہاتھ میں کوئی امر صاف نہیں ہے۔ وحی کے سلسلہ پر تو پہلے سے مہر لگ چکی ہے اور مسیح اور حواریوں کے بعد معجزات بھی بند ہو گئے ہیں۔ رہا عقلی طریق۔ سو آدم زاد کو خدا بنانے میں یہ طریق بھی ہاتھ سے گیا اور اگر گذشتہ معجزات جواب محض قصوں کے رنگ میں ہیں پیش کئے جائیں تو اول تو ہر ایک منکر کہہ سکتا ہے کہ خدا جانے اون کی اصل حقیقت کیا ہے اور کس قدر مبالغہ ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ مبالغہ کرنا انجیل نویسوں کی عادت میں داخل تھا چنانچہ ایک انجیل میں یہ فقرہ موجود ہے کہ مسیح نے اتنے کام کئے کہ اگر وہ لکھے جاتے تو دنیا میں سما نہ سکتے۔ اب دیکھو کہ وہ کام بغیر لکھنے کے تو دنیا میں سما گئے لیکن لکھنے کی حالت میں وہ دنیا میں نہیں سمائینگے۔ یہ کس قسم کا فلسفہ اور کس قسم کی منطق ہے کیا کوئی سمجھ سکتا ہے؟ ماسوا اسکے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات حضرت موسےٰ علیہ السلام کے معجزات سے کچھ بڑھ کر نہیں ہیں اور ایلیا نبی کے نشانوں کا جب مسیح کے نشانوں سے مقابلہ کریں تو ایلیا کے معجزات کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے۔ پس اگر معجزات سے کوئی خدا بن سکتا ہے تو یہ سب بزرگ خدائی کے مستحق ہیں اور یہ بات کہ مسیح نے اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا ہے یا پہلی الہامی کتابوں میں اسکو بیٹا کہا گیا ہے۔ ایسی تحریروں سے اسکی خدائی نکلنا درست نہیں ہے* بائبل میں بہت سے لوگوں کو خدا کے بیٹے کہا گیا ہے بلکہ بعض کو خدا بھی۔ پھر مسیح کی تخصیص بیوجہ ہے اور اگر ایسا ہوتا بھی کہ کسی دوسرے کو اون کتابوں میں بجز مسیح کے خدا یا خدا کے بیٹے کا لقب نہ دیا جاتا تب بھی ایسی تحریروں کو حقیقت پر حمل کرنا نادانی تھا۔ کیونکہ خدا کے کلام میں ایسے استعارات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مگر جس حالت میں بائبل کی رو سے خدا کا بیٹا کہلانے میں اور بھی مسیح کے شریک ہیں تو دوسرے شرکاء کو کیوں اس فضیلت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ غرض نجات کے لئے اس منصوبہ پر بھروسہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور گناہ سے باز رہنے کو اس منصوبہ سے کوئی بھی تعلق نہیں پایا جاتا بلکہ دوسرے کی نجات کیلئے خود کشی کرنا خود گناہ ہے اور میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز مسیح علیہ السلام نے اپنی رضامندی سے صلیب کو منظور نہیں کیا بلکہ شریر یہود نے جو چاہا اس سے کیا اور مسیح نے صلیبی موت سے بچنے کے لئے باغ میں ساری رات دعا کی اور اوس کے آنسو جاری ہو گئے۔ تب خدا نے بباعث اوس کے تقوےٰ کے اوس کی دعا قبول کی اور اس کو صلیبی موت سے بچا لیا جیسا کہ خود انجیل میں بھی لکھا ہے پس یہ کیسی تہمت ہے کہ مسیح نے اپنی رضامندی سے خودکشی کی۔ ماسوا اسکے عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ زید اپنے سر پر پتھر مارے اور بکری اوس کا درد سر جاتا رہے۔ ہاں ہم قبول کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نبی تھے*۔

* - اور اون کامل بندوں میں سے تھے۔ جنکو خدا نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے۔ لیکن وہ لفظ جو اون کی نسبت یا دوسرے نبیوں کی نسبت جو کتابوں میں وارد ہیں۔ ان سے نہ اونکو اور نہ کسی اور نبی کو ہم خدا بنا سکتے ہیں۔ میں اس امر میں خود صاحب تجربہ ہوں اور میری نسبت خدا تعالیٰ کی پاک وحی میں وہ اعزاز اور .... (دیکھو آگے صفحہ ۵)

زیر اس پر کیا دلیل ہے۔ کہ اس عقیدہ کے قائل اس غلطی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ایسی جگہ نکاح کر لیں جہاں نکاح کرنا وید کے رو سے حرام ہے۔ ہاں اگر ہر ایک بچہ کے ساتھ اس کے پیدا ہونے کے وقت میں ایک لکھی ہوئی فہرست بھی ہمراہ ہو جس میں بیان کیا گیا ہو کہ وہ پہلے جون میں فلاں شخص کا بچہ تھا تو اس صورت میں ناجائز نکاح سے بچ سکتے تھے مگر پرمیشر نے ایسا نہ کیا گویا عمداً ناجائز طریق کو خود پھیلانا چاہا ماسوا اس کے ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ اس قدر جونوں کے چکر میں ڈالنے سے فائدہ کیا ہے اور جب کہ تمام مدار نجات اور مکتی کا گیان یعنی معرفت الٰہی پر ہے تو یوں چاہیے تھا کہ ہر ایک بچہ جو پیدا ہوتا ہے تناسخ کا خیال دنیا میں کر جاتا ہے اور ایک آوارہ اور فضول طریق انسانوں کی طرح تمام پیدا ہونے والے بار بار کے سلسلہ میں ناداری کی طرح منہ دکھاتا ہے اور اگر ہزار مرتبہ اس نے وید مقدس کو پڑھا ہو ایک حرف بھی وید کا یاد نہیں رہتا پس اس صورت میں جونوں کے چکر کے رو سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ ذخیرہ گیان اور علم کا جو بڑا وسیلہ ہے ہر ایک جون سے جمع کیا جاتا ہے وہ ساتھ ساتھ برباد ہوتا رہتا ہے نہ یہ بھی محفوظ رہیگا اور نہ نجات ہوگی اول تو حضرات آریہ کے اصولوں کے رو سے نجات ہی ایک میعادی تھی پھر اس پر یہ مصیبت کہ سرمایہ نجات کا یعنے گیان جمع ہونے نہیں پاتا۔ یہ بدقسمتی ہے جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتی۔

دوسرا امر جو مخلوق کی پاکیزگی کے خلاف آریہ صاحبوں کے عقائد میں داخل ہے وہ نیوگ کا مسئلہ ہے۔ میں اس مسئلہ کو وید مقدس کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ اس خیال سے میرا دل کانپتا ہے کہ میں اس قسم کی باتوں کو وید کی طرف منسوب کروں جہاں تک میرا علم اور میرا کانشنس ہے میں یقین کرتا ہوں کہ انسانی فطرت ہرگز قبول نہیں کرے گی کہ ایک شخص اپنی پاکدامن بیوی کو جو خاندان اور عزت رکھتی ہے محض بچہ لینے کی خاطر دوسرے سے ہم بستر کراوے حالانکہ اس بیوی کا تعلق زوجہ ہونے کا اپنے خاوند سے قائم ہے اور وہ اسکی بیوی کہلاتی ہے اور میں اسبات کو پسند کرتا ہوں کہ خود بیوی ایسی حرکت پر خود آمادہ ہو حالانکہ اس کا خاوند زندہ موجود ہے انسان تو انسان ہے یہ غیرت تو بعض حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے مادہ کی نسبت ایسا روا نہیں رکھتے میں اسکو کسی طرح قبول نہیں کر سکتا سراسر ادب اور محبت سے آریہ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں تو بہت بہتر ہوگا پہلے ہی یہ ملک حقیقی پاکیزگی کے مقام سے بہت گرا ہوا ہے اگر عورتوں اور مردوں میں ایسی ایسی باتیں بھی رواج پکڑیں تو معلوم نہیں کہ اس ملک کا کیا انجام ہوگا ساتھ ہی میں ایک اور عرض کیلئے بھی جرأت کرتا ہوں کہ آریہ صاحبوں کو اس زمانہ میں مسلمانوں سے کیسی ہی نفرت ہو اور اسلام کے عقائد سے کیسی ہی بیزاری ہو مگر پردہ کی رسم کو بکلی الوداع نہ کہدیں کہ اسمیں بہت سی خرابیاں ہیں جو بعد میں معلوم ہوں گی یہ بات ہر ایک فہیم انسان سمجھ سکتا ہے کہ بہت سا حصہ انسانوں کا نفس امّارہ کا استعمال رکھتے اور وہ اپنے نفس پر ایسے قابو نہیں رکھتے کہ جوش شہوت کے وقت کچھ بھی خدا تعالیٰ کی سزا کا دھیان رکھیں اور نہ کبھی جوان اور خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر بدنظری سے باز نہیں رہتے اور ایسے ہی بہت سی عورتیں ہیں کہ خراب دلی سے بیگانہ مردوں کی طرف نگاہیں کرتی ہیں اور جب فریقین کو باوجود انکی اس خراب حالت میں ہونے کے پوری آزادی ہو جاوے تو یقیناً ان کا وہی انجام ہوگا جیسا کہ یورپ کے بعض حصوں سے ظاہر ہے۔ ہاں جب یہ لوگ درحقیقت پاکدل ہو جائیں گے اور انکی امّارگی جاتی رہیگی اور شیطانی روح نکل جائیگی اور انکی آنکھوں میں خدا کا خوف پیدا ہو جاویگا اور ان کے دلوں میں خدا کی عظمت قائم ہو جائیگی اور وہ ایک پاک تبدیلی کر لیں گے اور خدا ترسی کا ایک جامہ پہن لیں گے تب جو چاہیں سو کریں کیونکہ اس وقت وہ خدا کے ہاتھ کے خوجے ہوں گے گویا وہ مرد نہیں ہیں اور انکی آنکھیں اس بات سے اندھی ہونگی کہ نامحرم عورت کو بدنظری سے دیکھ سکیں یا ایسا بد خیال دل میں لا سکیں۔ مگر اے پیارو! خدا آپ کے دلوں میں الہام کرے ابھی وہ وقت نہیں کہ تم ایسا کرو اور اگر ایسا کرو گے تو ایک زہرناک بیج قوم میں پھیلاؤ گے۔ یہ زمانہ ایک ایسا نازک زمانہ ہے کہ اگر کسی زمانہ میں پردہ کی رسم نہ ہوتی تو اس زمانہ میں ضرور ہونی چاہیے تھی کیونکہ **کل جگ** ہے اور زمین پر بدی اور فسق و فجور اور شراب خوری کا زور ہے اور دلوں میں دہریہ پن کے خیالات پھیل رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کے احکام کی دلوں سے عظمت اٹھ گئی ہے زبانوں پر سب کچھ ہے اور لکچر بھی منطق اور فلسفے سے بھرے ہوئے ہیں۔ مگر دل روحانیت سے خالی ہیں۔ ایسے وقت میں کب مناسب ہے کہ اپنی غریب بکریوں کو بھیڑیوں کے بنوں میں چھوڑ دیا جاوے۔

اے دوستو اب طاعون سر پر ہے اور جہاں تک مجھے خدا تعالیٰ سے علم دیا گیا ہے ابھی بہت سا حصہ اس کا باقی ہے بہت خطرناک دن ہیں۔ معلوم نہیں کہ آئندہ موسم تک کون زندہ ہوگا اور کون مر جائیگا اور کس گھر پر بلا آئیگی اور کس کو بچایا جاویگا پس اٹھو اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو اور یاد رکھو کہ اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا۔ لیکن جو شخص ظلم اور تعدی اور فسق و فجور میں حد سے بڑھتا ہے اسکو اسی جگہ سزا دی جاتی ہے تب وہ خدا کی سزا سے کسیطرح بھاگ نہیں سکتا۔ سو اپنے خدا کو جلد راضی کر لو اور قبل اسکے کہ وہ دن آوے جو خوفناک دن ہے یعنے طاعون کے زور کا دن جسکی نبیوں نے خبر دی ہے تم خدا سے صلح کر لو وہ نہایت درجہ کریم ہے ایک دم کے گداز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے اور یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے ہمیشہ فضل بچاتا ہے نہ اعمال۔ اے خدائے رحیم و کریم ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے اور تیرے آستانہ پر گرے ہیں۔ آمین ۔

حصہ دوم تقریر

اے عزیز سامعین! اب میں اپنے ایک دعوے کی نسبت جو میں نے اس ملک میں شائع کیا ہے آپکی خدمت میں کچھ بیان کروں گا۔ یہ بات عقل اور نقل سے ثابت ہے کہ جب دنیا میں گناہ کی تاریکی غالب ہو جاتی ہے اور زمین پر ہر ایک قسم کی بدی اور بدکاری پھیل جاتی ہے اور روحانیت کم ہو جاتی ہے اور گناہوں سے زمین ناپاک ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ایک زہریلی ہوا چلنے لگتی ہے تو اس وقت رحمت الٰہی تقاضا فرماتی ہے کہ زمین کو دوبارہ زندہ کرے جسطرح جسمانی موسموں کو دیکھتے ہو کہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ ایک زمانہ خزاں کا ہوتا ہے کہ اسمیں درختوں کے پھولوں اور پھلوں اور پتوں پر بلا آتی ہے۔ اور وہ درخت ایسے بدنما ہو جاتے ہیں جیسے کوئی مرض دق سے نہایت دبلا ہو جاتا ہے اور اسمیں خون کا نشان نہیں رہتا اور چہرہ پر مردہ پن کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں یا جیسے کسی جذامی کا جذام انتہا درجہ تک پہنچ کر اعضا گرنے لگتے ہیں پھر وہ سرسبز درختوں پر وہ آتا ہے جسکو موسم بہار کہتے ہیں اس موسم میں درختوں کی سبزی میں ایک دوسرا رنگ پکڑ لیتی ہیں اور پھل اور پھول اور خوشنما پتے ظاہر ہو جاتے ہیں یہی حالت انسانوں کی ہے کہ تاریکی اور روشنی نوبت بہ نوبت ان پر وارد ہوتی رہتی ہے کئی صدیاں ہیں وہ خزاں کے موسم کی طرح روحانی کمال کے حسن سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں اور کسی وقت آسمانی ان پر ایسی ہوا چلتی ہے کہ ان کے دلوں میں موسم بہار پیدا ہونے لگتی ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہی دو موسم انسانوں کو لازم حال ہے۔ سو یہ زمانہ بھی جس میں ہم ہیں بہار کی ابتدا کا زمانہ ہے۔ پنجاب پر خزاں کا زمانہ اسوقت زور میں تھا جب کہ اس ملک پر خالصہ قوم حکمران تھی۔ کیونکہ علم نہیں رہا تھا اور ملک میں جہالت پھیل گئی تھی اور دینی کتابیں ایسی گم ہو گئی تھیں کہ شاذ و نادر کسی بڑے خاندان میں دستیاب ہو سکتی ہونگی بعد اس کے گورنمنٹ انگریزی کا زمانہ آیا یہ زمانہ نہایت بابرکت ہے اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر ہم خالصہ قوم کی عملداری کے دنوں کو اس عامہ و تامہ آسائش کے لحاظ سے انگریزی عملداری کی راتوں سے بھی برابر قرار دیں تو یہ بھی ایک ظلم اور غلط فیصلہ ہوگا یہ زمانہ روحانی اور جسمانی برکات کا مجموعہ ہے۔ اور انگلش برکتیں اسکی ابتدائی بہار کے ظاہر ہیں۔ ہاں یہ زمانہ ایک عجیب جانور کی طرح کئی شکلیں رکھتا ہے۔ بعض پہلو تو حقیقی خداشناسی اور راستبازی کے برخلاف پھیل رہے ہیں جو خوفناک ہیں۔ اور بعض پہلو بہت بابرکت اور راستبازی کو مدد دیتے ہیں مگر اسمیں کچھ شک نہیں کہ انگریزی حکومت نے انواع و اقسام کے علوم کو اس ملک میں بہت ترقی دی ہے۔ اور کتابوں کو چھاپنے اور شائع کرنے سے ایسے سہل ذرائع طریق نکل آئے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اور جو ہزارہا مخفی کتب خانے اس ملک میں تھے وہ بھی ظاہر ہو گئے۔ اور نئے سرے سے دلوں میں علمی رنگ میں زمانہ ایسا بدل گیا گویا ایک نئی قوم پیدا ہو گئی

یہ سب کچھ ہوا مگر عملی حالتیں دن بدن کالعدم ہوتی گئیں اور اندر ہی اندر دہریت کا پودہ بڑھنے لگا گو گورنمنٹ انگریزی کے احسان میں کچھ شک نہیں۔ اسقدر رعایا کو بہت فائدہ پہنچایا اور سعادت گستری کی اور بجا امن قائم کیا کہ اسکی نظیر دوسری سلطنتوں میں تلاش کرنا عبث ہے مگر یہ امر دوسرا ہے جو امن کا دائرہ بہت وسیع کر دیا گیا ہے اور رعایا کو دی گئی وہ اکثر لوگوں کو ہضم نہیں ہو سکی اور اسکے عوض میں جو خدا اور اس گورنمنٹ کا شکر بجا لانا چاہیے تھا بجائے اس شکر کے اکثر دلوں میں اسقدر غفلت اور دنیا پرستی اور دنیا طلبی اور لاپرواہی بڑھ گئی گویا سمجھا گیا کہ دنیا ہی ہمیشہ رہنے کا مقام ہے اور گویا کہ ہم پر کسی کا بھی احسان نہیں اور نہ کسی کی حکومت ہے اور جیسا کہ دستور ہے کہ اکثر گناہ امن کی حالت میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔

اسی قانون قدرت کے رو سے گناہوں کی تعداد بڑھ گئی۔ چنانچہ باعث سخت دلی اور غفلت کے موجودہ حالت اس ملک کی نہایت خطرناک ہو گئی ہے جاہل اور شریر لوگ جو درندوں کی طرح ہیں وہ قابل شرم جرائم مثلاً نقب زنی اور ڈاکہ زنی اور قتل ناحق وغیرہ سنگین جرائم کے ارتکاب میں مشغول ہیں اور دوسرے لوگ بھی اپنی طبیعت اور جوش نفس کے موافق طرح طرح کے دوسرے گناہوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ شراب خانے دوسری دکانوں سے زیادہ آباد معلوم ہوتے ہیں۔ اور دوسرے فسق و فجور کے پیشے بھی دن بدن ترقی میں ہیں۔ عبادت خانے محض رسم ادا کرنے کیلئے تعمیر کئے گئے ہیں۔ غرض دنیا میں گناہوں کا ایک سخت خطرناک جوش ہے اور اکثر لوگوں کو نفسانی شہوات پورے کرنے کیلئے امن اور کامل آسائش کے اس قدر جوش میں آگئے ہیں کہ جیسے جب ایک پر زور دریا کا بند ٹوٹ جائے تو وہ ایک رات میں ہی اردگرد کے تمام دیہات کو تباہ کر دیتا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ دنیا میں ایک نہایت درجہ پر تاریکی پیدا ہو گئی ہے۔ اور ایسا وقت آگیا ہے کہ یا تو خدا دنیا میں کوئی روشنی پیدا کرے اور یا دنیا کو ہلاک کر دیوے مگر ابھی اس دنیا کے ہلاک ہونے میں کئی ہزار برس باقی ہیں۔ اور دنیا کی زینت اور آرام اور آسائش کیلئے جو نئی نئی صنعتیں زمین پر پیدا ہو گئی ہیں۔ یہ نقشہ بھی صاف طور پر دلالت کر رہا ہے کہ جیسے خدا تعالیٰ نے جسمانی طور پر اصلاح فرمائی ہے وہ روحانی طور پر بھی نوع کی اصلاح اور ترقی چاہتا ہے کیونکہ روحانی حالت انسانوں کی جسمانی حالت سے زیادہ گر گئی ہے۔ اور ایسی خطرناک حالت پیدا ہو گئی ہے کہ جہاں نوع انسان غضب الٰہی کا نشانہ بن سکتی ہے۔ ہر ایک گناہ کا جوش نہایت ترقی پر پایا جاتا ہے اور روحانی طاقتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور ایمانی انوار بجھ گئے ہیں۔ اور اب عقل سلیم بداہت اس بات کی ضرورت کو تسلیم کرتی ہے کہ اس تاریکی کے غلبہ پر آسمان سے کوئی روشنی پیدا ہونی چاہیے کیونکہ جیسے جسمانی طور پر زمین کی تاریکی کا دور ہونا قدیم سے اسی بات کو وابستہ ہے کہ آسمانی روشنی زمین پر پڑے۔ ایسا ہی روحانی طور پر بھی یہ روشنی صرف آسمان سے ہی اترتی اور دلوں کو منور کرتی ہے جب کہ خدا نے انسان کو بنایا ہے اس کا قانون قدرت یہی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ وہ نوع انسان میں ایک وحدت قومی پیدا کرنے کیلئے

ان میں سے ایک شخص جو عرف تو تب کے وقت میں اپنی
معرفت امر کا لا زوال کامل کر چکا ہے اور اس کو اپنے کمال وجود
خالص سے مشرف کرتا ہو اور اپنی کامل محبت کا جام اس کو
پلاتا ہے اور اسکو اپنی پسندیدہ راہوں کی پوری بصیرت
بخشتا ہے اور اس کے دل میں جوش ڈالتا ہے کہ وہ
دوسروں کو بھی اسی نور اور بصیرت اور محبت کی طرف
کھینچے جو اسکو عطا کیگئی ہے اور اسطرح جو باقی لوگ
اس سے تعلق پیدا کرکے اور اسی کے وجود میں شمار
ہوکر اور اسکی معرفت سے حصہ لیکر گناہوں سے بچتے
اور تقویٰ و طہارت میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر
قدر کے لحاظ سے خدا نے اونکو ایک نمونہ کی معرفت
یہ خبر دی ہے کہ جب آدم کے وقت سے چھ ہزار برس
قریب الاختتام ہو جائینگے تو زمین پر بڑی تاریکی پھیل
جائیگی اور گناہوں کا سیلاب بڑے زور سے بہنے
لگیگا اور خدا کی محبت دلوں میں بہت کم اور کالعدم ہو
جائیگی تب خدا محض آسمان سے بغیر زمینی اسباب کے
آدم کی طرح اپنی طرف سے روحانی طور پر ایک شخص
میں سچائی اور محبت اور معرفت کی روح پھونکیگا
اور وہ مسیح بھی کہلائیگا۔ کیونکہ خدا اپنے ہاتھ سے
اس کی روح پر اپنی ذاتی محبت کا عطر ملیگا اور
وہ وعدہ کا مسیح جس کو دوسرے لفظوں میں خدا کی
کتابوں میں مسیح موعود بھی کہا گیا ہے شیطان کے
مقابل پر کھڑا کیا جائیگا اور شیطانی لشکر اور مسیح
میں یہ آخری جنگ ہوگا اور شیطان اپنی تمام طاقتوں
کے ساتھ اور تمام ذریت کے ساتھ اور تمام
تدبیروں کے ساتھ اسدن اس روحانی جنگ
کیلئے تیار ہو کر آئیگا۔ اور دنیا میں شر اور خیر
کبھی ایسی لڑائی نہیں ہوئی ہوگی جیسے کہ اسدن ہوگی
کیونکہ اسدن شیطان کے مکاید اور شیطانی علوم انتہا
تک پہنچ جائینگے اور جن تمام طریقوں سے شیطان
گمراہ کر سکتا ہے وہ تمام طریق اسدن مہیا ہو جائینگے
تب سخت لڑائی کے بعد جو ایک روحانی لڑائی ہے
خدا کے مسیح کو فتح ہوگی۔ اور شیطانی قوتیں ہلاک
ہو جائینگی اور ایک مدت تک خدا کا جلال اور عظمت
اور پاکیزگی اور توحید زمین پر پھیلتی جائیگی اور وہ
مدت پورا ہزار برس ہے جو ساتواں دن کہلاتا ہے
بعد اس کے دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا۔ سو وہ مسیح میں
ہوں اگر کوئی چاہے تو قبول کرے اس جگہ بعض شخص
جو شیطان کے وجود سے منکر ہیں وہ تعجب کرینگے
کہ شیطان کیا چیز ہے سو انکو یاد رہے کہ انسان کے
دل کے ساتھ دو کششیں ہر وقت نوبت بنوبت لگی
رہتی ہیں ایک کشش خیر کی اور ایک کشش شر کی پس جو خیر
کی کشش ہے شریعت اسلام اس کو فرشتہ کیطرف
منسوب کرتی ہے اور شر کی کشش ہو اسکو شریعت
اسلام شیطان کیطرف منسوب کرتی ہے اور مدعا
صرف اسقدر ہے کہ انسانی سرشت میں دو کششیں
موجود ہیں کبھی انسان نیکی کی طرف جھکتا ہے اور کبھی
بدی کیطرف۔ میرے خیال میں ہے کہ اس جلسہ میں
بہت سے ایسے لوگ بھی ہونگے جو میرے اس
بیان کو کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا سے شرف مکالمہ
اور مخاطبہ رکھتا ہوں انکار کی نظر سے دیکھینگے

اور تحقیر کی بھری ہوئی نگاہ سے میری طرف نظر کرینگے
لیکن میں انہیں معذور سمجھتا ہوں کیونکہ ابتدا سے
ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ جب خدا کے ماموروں اور
مرسلوں کو دل آزار باتیں سننی پڑتی ہیں نہ کبھی ہوئیں
نہیں مگر اپنے زمانہ ابتدائی میں۔ وہ نبی اور رسول اور
صاحب کتاب اور صاحب شریعت جسکی امت کہلانے
کا ہم سب کو فخر ہے اور جسکی شریعت ہر ایک شریعتوں
کا خاتمہ ہے۔ اسکی سوانح کیطرف نگاہ کرو کہ کس
طرح تیرہ برس تک مکہ میں تنہائی اور غربت اور بیکسی
کے عالم میں منکروں کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھائیں
اور کیونکر تحقیر اور ہنسی اور ٹھٹھے کا نشانہ بنے رہے
اور آخر مکہ سے بڑے ظلم اور تعدی سے نکالے گئے مگر کس کو
خبر تھی کہ آخر وہ گروڑ ہا انسانوں کا امام اور پیشوا بنایا
جاویگا۔ سو یہی سنت الٰہی ہے کہ خدا کے منتخب لوگ
اول اول حقیر اور ذلیل سمجھے جاتے ہیں اور ایسے لوگ
تھوڑے ہیں کہ ابتدا میں خدا کے فرستادوں کی شناخت
کر سکتے ہیں اور ضرور ہے کہ وہ جاہل لوگوں کے ہاتھ سے
دکھ اٹھاویں اور طرح طرح کی باتیں ان کے حق میں کہی
جاویں اور ہنسی اور ٹھٹھا کیا جاوے اور گالیاں دی جاویں
جب تک کہ وہ وقت آوے کہ ان کے قبول کرنیکے لئے خدا
دلوں کو کھولدے۔ یہ تو میرا دعویٰ ہے کہ جو میں نے بیان
کیا لیکن وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا
ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اسکی مخلوق کے رشتہ
میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اسکو دور کرکے محبت
اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے
اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کرکے صلح کی بنیاد
ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی
ہو گئیں ہیں ان کو ظاہر کردوں اور وہ روحانیت جو
نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا
نمونہ دکھلاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر
داخل ہوکر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے ظہور میں آتی
ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے انکی کیفیت
بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی
ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی
ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کو دوبارہ قوم میں
دائمی پودا لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت
سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی قوت سے ہوگا جو آسمان
اور زمین کا خدا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف
تو خدا نے اپنے ہاتھ سے میری تربیت فرما کر اور مجھے
اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دل کو یہ جوش بخشا
ہے کہ میں اس قسم کی اصلاحوں کیلئے کھڑا ہو جاؤں
اور دوسری طرف اس نے دل بھی تیار کر دئیے ہیں
جو میری باتوں کے ماننے کیلئے مستعد ہوں۔ میں دیکھتا
ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے بھیجا دنیا میں ایک انقلاب عظیم
ہو رہا ہے یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰ کی
خدائی کے دلدادہ تھے اب ان کے محقق خود بخود اس
عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور وہ قوم جو باپ
دادوں سے بتوں اور دیوتاؤں پر فریفتہ تھی بہتوں کو
ان میں سے یہ بات سمجھ آگئی ہے کہ بت کچھ چیز نہیں ہیں
اور گو وہ لوگ ابھی روحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف
چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ شک نہیں

کہ ہزارہا بیہودہ رسوم اور بدعات اور شرک کی رسیاں
انہوں نے اپنے گلے سے اتار دی ہیں اور توحید کی
ڈیوڑھی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں
کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایت الٰہی ان میں سے
بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکا دیکر سچی اور
کامل توحید کے اس دارالامان میں داخل کر دیگی جس کے
ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی
ہے یہ امید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی
پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے اس ملک میں
خدا کی حکمت نے یہ کام کیا ہے تا جلد تر متفرق قوموں کو
ایک قوم بنا دے اور صلح اور آشتی کا دن لاوے
ہر ایک کو اس ہوا کی خوشبو آ رہی ہے کہ یہ تمام متفرق
قومیں کسی دن ایک قوم بننے والی ہے چنانچہ حضرات
مسیحی یہ خیالات شائع کر رہے ہیں کہ عنقریب تمام دنیا
کا یہی مذہب ہو جائیگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کر کے
مان لینگے اور یہودی جو بنی اسرائیل کہلاتے ہیں ان کے
بھی اندر ان میں نیا جوش پیدا ہو گیا ہے کہ ان کا ایک ایسا مسیح
جو ان کو تمام زمین کا وارث بنا دیگا ابھی وہ نہیں آیا کیونکہ
ہے ایسا ہی اسلام کی پیشگوئیاں بھی جو ایک مسیح کا وعدہ
دیتی ہیں ان کے وعدہ کا دن بھی ہجرت کی چودھویں
صدی کا اسی میں ختم ہوتا ہے اور عام مسلمانوں کا بھی
خیال ہے کہ ایسا زمانہ قریب ہے کہ جب تمام زمین
پر اسلام پھیل جائیگا اور بعض سناتن دھرم کے پنڈتوں
سے میں نے سنا ہے کہ وہ بھی اپنے ایک اوتار
کے ظاہر ہونے کا زمانہ اسی زمانہ کو قرار دیتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ وہ آخری اوتار ہے جس سے تمام
زمین میں دھرم پھیل جائیگا اور آریہ صاحبان اگرچہ
کسی پیشگوئی کے قائل تو نہیں تاہم اس ہوا کی تاثیر
سے جو چل رہی ہے وہ بھی بہت اور کوشش کر
رہے ہیں کہ ایشیا اور یورپ اور امریکہ اور جاپان
وغیرہ ممالک میں انہی کا مذہب پھیل جائے اور
عجیب تر یہ کہ بدھ مذہب والوں میں بھی نئے
سرے سے جوش پیدا ہو گیا ہے اور زیادہ تر ہنسی
کی بات یہ ہے کہ اس ملک کے چوہڑے بھی جنگی
بھی اس فکر میں پڑ گئے ہیں کہ کسی طرح وہ دوسری قوموں
کی زد اور دست برد سے بچیں اور ان کو بھی کم سے
کم اپنے مذہب کی حفاظت کی ایک طاقت حاصل
ہو جائے غرض اس زمانہ میں ایک ایسی ہوا چل پڑی
ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنی قوم اور اپنے مذہب کی ترقی
کا بڑے جوش سے خواہاں ہے اور چاہتے ہیں
کہ دوسری قوموں کا نام و نشان نہ رہے جیسے کہ موجیں
دریا ہوں اور جس طرح سمندر کے تلاطم کے وقت
ایک موج دوسری پر پڑتی ہے اسیطرح مختلف قومیں
ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں بہرحال ان
تحریکوں سے محسوس ہو رہا ہے کہ یہ زمانہ وہی زمانہ
ہے جس میں خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ مختلف
فرقوں کو ایک قوم بنا دے اور ان مذہبی جھگڑوں
کو ختم کر کے آخر ایک ہی مذہب میں سب کو
جمع کرے اور اسی زمانہ کی نسبت جو تلاطم امواج
کا زمانہ ہے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا
ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا

اس آیت کو پہلی آیتوں کے ساتھ ملاکر یہ معنے ہیں
کہ جس زمانہ میں دنیا کے مذہب کا بہت شور و غوغا ہوگا
اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر ایسا پڑیگا
جیسا کہ ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے
اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنا چاہیں گے تب
آسمان و زمین کا خدا اس تلاطم امواج کے زمانہ میں
اپنے ہاتھوں سے بغیر دنیوی اسباب کے ایک
نیا سلسلہ پیدا کریگا اور اس میں ان سب کو
جمع کریگا۔ جو استعداد اور مناسبت رکھتے
ہیں۔ تب وہ سمجھیں گے کہ مذہب کیا چیز ہے اور
ان میں زندگی اور حقیقی راستبازی کی روح پھونکی
جائیگی اور خدا کی معرفت کا ان کو جام پلایا جائیگا
اور ضرور ہے کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب
تک کہ یہ پیشگوئی کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے
قرآن شریف نے دنیا میں شائع کی ہے پوری نہ
ہو جائے۔ اور خدا نے اس آخری زمانہ کے
بارہ میں جس میں تمام قومیں ایک ہی مذہب پر جمع
کی جائینگی۔ صرف ایک ہی نشان بیان نہیں فرمایا
بلکہ قرآن شریف میں اور بھی کئی نشان لکھے ہیں
منجملہ ان کے ایک یہ کہ اس زمانہ میں دریاؤں
میں سے بہت سی نہریں نکلیں گی۔ اور ایک یہ کہ
زمین کی پوشیدہ کانیں یعنی معدنیں بہت سی
نکل آوینگی۔ اور زمینی علوم بہت سے ظاہر
ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے کتابیں کثرت سے
ہو جائیں گی (یہ چھاپنے کے آلات کیطرف اشارہ
ہے) اور ایک یہ کہ ان دنوں میں ایک ایسی سواری
پیدا ہو جائیگی کہ اونٹوں کو بیکار کر دیگی اور اسکے ذریعہ
سے ملاقاتوں کے طریق سہل ہو جائیں گے اور ایک یہ
کہ دنیا کے باہمی تعلقات آسان ہو جائیں گے اور
ایک دوسرے کو بآسانی خبریں پہنچا سکینگے اور ایک یہ
کہ ان دنوں میں آسمان پر ایک ہی مہینہ میں چاند
اور سورج کو گرہن لگے گا اور ایک یہ کہ اس کے بعد
زمین پر سخت طاعون پھیلیگی یہاں تک کہ کوئی شہر
اور گاؤں خالی نہ رہیگا جو طاعون سے آلودہ نہ ہو
اور دنیا میں بہت طاعون پڑیگی اور دنیا ویران ہو جائیگی
کہ بعض بستیاں بالکل تباہ ہو جائینگی اور ان کا
نام و نشان نہ رہیگا اور بعض بستیاں ایک حد
تک عذاب میں گرفتار ہو کر پھر ان کو بچایا جاویگا
یہ دن خدا کے سخت غضب کے دن ہوں گے
اس لئے کہ لوگوں نے خدا کے نشانوں کو جو اس
کے فرستادہ کیلئے اس زمانہ میں ظاہر ہوئے قبول
نہ کیا اور خدا کے نبی کو جو اصلاح خلق کیلئے آیا رد
کر دیا اور اس کو جھوٹا قرار دیا یہ سب علامتیں اس
زمانہ میں جس میں ہم ہیں پوری ہو گئیں عقلمند کیلئے
یہ صاف اور روشن راہ ہے کہ ایسے وقت میں
خدا نے مجھے مبعوث فرمایا جب کہ قرآن شریف
کی لکھی ہوئی تمام علامتیں میرے ظہور کیلئے ظاہر
ہو چکی ہیں۔ یہ تمام علامتیں جو مسیح موعود کے
زمانہ کے بارہ میں ہیں اگرچہ حدیثوں میں بھی پائی
جاتی ہیں لیکن اس جگہ میں نے قرآن شریف
کو پیش کیا ہے اور ایک اور علامت قرآن شریف نے

مسیح موعود کے زمانہ کیلئے قرار دی ہے کہ ایک جگہ فرماتا ہے ان یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدون۔ یعنے ایک دن خدا کا ایسا ہے جیسا تمہارا ہزار برس ہے پس چونکہ دن سات ہیں اس لئے اس آیت میں دنیا کی عمر سات ہزار برس قرار دی گئی ہے لیکن یہ عمر اس آدم کے زمانہ سے ہے جس کی ہم اولاد ہیں خدا کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی دنیا تھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ لوگ کون تھے اور کس قسم کے تھے معلوم ہوتا ہے کہ سات ہزار برس میں دنیا کا ایک دور ختم ہوتا ہے اسی وجہ سے اور اسی امر پر نشان قرار دینے کیلئے دنیا میں سات دن مقرر کئے گئے تا ہر ایک دن ایک ہزار برس پر دلالت کرے ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح کے کتنے دور گذر چکے ہیں اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت میں آ چکے ہیں۔ چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے افسوس کہ حضرات عیسائیان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا اور زمین و آسمان بنائے اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ کیلئے معطل اور بیکار تھا اور ازلی طور پر معطل چلا آتا تھا۔ یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کوئی صاحب عقل اس کو قبول نہیں کرے گا مگر ہمارا عقیدہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھایا ہے یہ ہے کہ خدا ہمیشہ سے خالق ہے اگر چاہے کروڑوں مرتبہ زمین و آسمان کو فنا کر کے پھر ایسے ہی بنا دے اور اس نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ آدم جو پہلی امتوں کے بعد آیا جو ہم سب کا باپ تھا اس کے دنیا میں آنے کے وقت سے یہ سلسلہ انسانی شروع ہوا ہے اور اس سلسلہ کی عمر کا پورا دور سات ہزار برس تک ہے یہ سات ہزار خدا کے نزدیک ایسے ہیں جیسے انسانوں کے سات دن۔ یاد رہے کہ قانون الٰہی نے مقرر کیا ہے کہ ہر ایک امت کیلئے سات ہزار برس کا دور ہوتا ہے اسی دور کیطرف اشارہ کرنے کیلئے انسانوں میں سات دن مقرر کئے گئے ہیں غرض بنی آدم کی عمر کا دور سات ہزار برس مقرر ہے اور اس میں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پانچ ہزار برس کے قریب گذر چکا تھا یا بتبدیل الفاظ یوں کہو کہ خدا کے دنوں میں سے پانچ دن کے قریب گذر چکے تھے جیسا کہ سورۃ والعصر میں یعنے اس کے حروف میں ابجد کے لحاظ سے قرآن شریف میں اشارہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب وہ سورۃ نازل ہوئی تب آدم کے زمانہ پر اسیقدر مدت گذر چکی تھی جو سورۃ موصوفہ کے عددوں سے ظاہر ہے اس حساب سے انسانی نوع کی عمر میں سے اب اس زمانہ میں چھ ہزار برس گذر چکے ہیں اور ایک ہزار برس باقی ہیں قرآن شریف میں بلکہ اکثر پہلی کتابوں میں بھی یہ نوشتہ

موجود ہے کہ وہ آخری مرسل جو آدم کی صورت پر آئیگا اور مسیح کے نام سے پکارا جائیگا ضرور ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں پیدا ہوا۔ یہ تمام نشان ایسے ہیں کہ تدبر کرنیوالے کیلئے کافی ہیں اور ان سات ہزار برس کی قرآن شریف اور دوسری خدا کی کتابوں کے رو سے تقسیم یہ ہے کہ پہلا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا زمانہ ہے اور دوسرا ہزار شیطان کے تسلط کا اور پھر تیسرا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا اور چوتھا ہزار شیطان کے تسلط کا اور پھر پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا (یہی وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اور شیطان قید کیا گیا ہے) اور پھر چھٹا ہزار شیطان کے مسلط ہونے اور کھلنے کا زمانہ ہے جو قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوتا اور چودھویں صدی کے سر پر ختم ہو جاتا ہے اور پھر ساتواں ہزار خدا اور اس کے مسیح کا اور ہر ایک خیر و برکت اور ایمان اور صلاح اور تقویٰ اور توحید اور خدا پرستی اور ہر ایک قسم کی نیکی اور ہدایت کا زمانہ ہے اب ہم ساتویں ہزار کے سر پر ہیں اس کے بعد کسی دوسرے مسیح کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ کیونکہ زمانے سات ہی ہیں جو نیکی اور بدی میں تقسیم کئے گئے ہیں اس تقسیم کو تمام انبیاء نے بیان کیا ہے کسی نے اجمالی طور پر اور کسی نے مفصل طور پر اور یہ تفصیل قرآن شریف میں موجود ہے جس سے مسیح موعود کی نسبت قرآن شریف میں سے صاف طور پر پیشگوئی نکلتی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ تمام انبیاء اپنی کتابوں میں مسیح کے زمانہ کی کسی نہ کسی پیرایہ میں خبر دیتے ہیں اور نیز دجالی فتنہ کو بھی بیان کرتے ہیں اور دنیا میں کوئی پیشگوئی اس قوت اور تواتر کی نہیں ہوگی جیسا کہ تمام نبیوں نے آخری مسیح کے بارہ میں کی ہے۔ تاہم ایسے لوگ بھی اس زمانہ میں پائے جاتے ہیں کہ اس پیشگوئی کی صحت سے بھی منکر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قرآن شریف سے اس پیشگوئی کو ثابت کرو۔ مگر افسوس کہ اگر وہ قرآن شریف کو سوچتے یا اس میں غور کرتے تو انہیں اقرار کرنا پڑتا کہ یہ پیشگوئی قرآن شریف میں نہایت صراحت سے موجود ہے اور اس قدر صراحت سے موجود ہے کہ ردنا کیلئے اس سے بڑھ کر تفصیل کی حاجت نہیں۔ سورۃ تحریم میں اشارہ کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کو ابن مریم کہلائیں گے کیونکہ اول مریم سے ان کو تشبیہ دیکر پھر مریم کی طرح نفخ روح انہیں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اول وہ مریمی وجود لے کر اور

اس سے ترقی کر کے پھر ابن مریم بن جائیں گے جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں اول میرا نام مریم رکھا اور فرمایا یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ یعنے اے مریم تو اور تیرے دوست بہشت میں داخل ہو جاؤ اور پھر فرمایا یا مریم نفخت فیک من روح الصدق یعنے اے مریم میں نے صدق کی روح تجھ میں پھونک دی گویا استعارہ کے رنگ میں مریم صدق سے حاملہ ہو گئی اور پھر آخر میں فرمایا یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی یعنے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا پس اس جگہ مریمی مقام سے مجھے منتقل کر کے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس طور سے ابن مریم مجھے ٹھہرایا گیا تا وہ وعدہ جو سورۃ تحریم میں کیا گیا تھا پورا ہو۔ ایسا ہی سورۃ نور میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام خلیفے اسی امت میں سے پیدا ہوں گے اور قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس امت پر دو زمانے بہت خوفناک آئیں گے ایک وہ زمانہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آیا اور دوسرا وہ زمانہ جو دجالی فتنہ کا زمانہ ہے جو مسیح کے زمانہ میں آئیگا تاجس پناہ مانگنے کیلئے اس آیت میں اشارہ ہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین اور اسی زمانہ کیلئے یہ پیشگوئی سورۃ نور میں موجود ہے ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا اس آیت کے معنے پہلی آیت کے ساتھ ملاکر یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دین پر آخری زمانہ میں ایک زلزلہ آئیگا اور خوف پیدا ہو جائیگا کہ یہ دین ساری زمین پر سے گم ہو جائے تب خدا تعالیٰ دوبارہ اس دین کو روئے زمین پر متمکن کریگا اور خوف کے بعد امن بخش دیگا جیسا کہ دوسری آیت میں فرماتا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ یعنے خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو اسلئے بھیجا کہ تا دین اسلام کو سب دینوں پر غالب کر دے یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے اور پھر یہ آیت کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور قرآن شریف کے رو سے مسیح موعود کے زمانہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے مشابہت ہے۔ عقلمندوں کیلئے جو تدبر کرتے ہیں یہ ثبوت قرآنی تسلی بخش ہے۔ اور اگر کسی نادان کی نظر میں یہ کافی نہیں ہیں تو پھر اسکو اقرار کرنا چاہئے کہ توریت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کوئی پیشگوئی ہے نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی پیشگوئی خبر دی ہے۔ کیونکہ وہ الفاظ بھی محض مجمل ہیں نادان یہود جو ہیں انکو تو بھی کوئی اور قبول نہ کیا۔ مثلاً اگر صاف لفظوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ پیشگوئی ہوتی کہ مکہ میں پیدا ہونگے اور انکا اسم مبارک محمد ہوگا۔ اور انکے باپ کا نام عبداللہ اور دادا کا نام عبدالمطلب ہوگا اور آپ بنی اسماعیل کے خاندان میں سے ہونگے اور مدینہ میں ہجرت کریں گے اور اسقدر مدت کے بعد پیدا ہوں گے تو ان نشانوں کے ساتھ کوئی

یہودی انکار نہیں کر سکتا تھا اور حضرت مسیح کی پیشگوئی کی نسبت تو اور بھی مشکلات یہود پر پڑیں جن کو وہ اب تک واقعی سخت عذر خیال کرتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح کی نسبت پیشگوئی ہے کہ وہ مسیح ظاہر نہیں ہوگا۔ جبتک کہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہ آوے۔ مگر الیاس تو ابتک آیا اور خدا کی کتاب میں یہ شرط تھی کہ وہ سچا مسیح جو خدا کیطرف سے آئیگا ضرور ہے کہ پہلے اس سے الیاس دوبارہ دنیا میں آ جاوے۔ حضرت مسیح کیطرف سے یہ جواب تھا کہ اس قول سے مراد مثیل الیاس ہے نہ کہ اصل الیاس مگر یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے کلام کی تحریف ہے ہمیں تو اصل الیاس کے دوبارہ آنیکی خبر دی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی نسبت جو پیشگوئیاں ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ باریک ہوتی ہیں تا شقی اور سعید میں فرق ظاہر ہو جاوے۔

پھر ماسوا اس کے یہ بات ظاہر ہے کہ جو دعوے راستی پر مبنی ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ ایک ہی ثبوت نہیں رکھتا بلکہ اس سچے ہیرے کیطرح جس کے ہر ایک پہلو میں چمک نمودار ہوتی ہے وہ دعوے بھی ہر ایک پہلو سے چمکتا ہے سو میں زور سے کہتا ہوں کہ میرا مسیح موعود ہونے کا دعوے اسی شان کا ہے کہ ہر ایک پہلو سے چمک رہا ہے اول اس پہلو کو دیکھو کہ میرا دعوے منجانب اللہ ہونیکا اور نیز مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہونیکا قریباً ستائیس برس سے ہے یعنی اس زمانہ سے بھی بہت پہلے ہو کہ جب براہین احمدیہ ابھی تالیف نہیں ہوئی تھی اور پھر براہین احمدیہ کے وقت میں وہ دعویٰ اسی کتاب میں لکھکر شائع کیا گیا جس کو چوبیس برس کے قریب گذر چکے ہیں اب دانا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جھوٹ کا سلسلہ اسقدر لمبا نہیں ہو سکتا اور خواہ کوئی شخص کیسا ہی کذاب ہو وہ ایسی بدذاتی کا اسقدر لمبا نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس کے اس بات کو کوئی عقلمند قبول نہیں کرے گا کہ ایک شخص قریباً ستائیس برس سے خدا تعالیٰ پر افترا کرتا ہے اور ہر ایک صبح اپنی طرف سے الہام بنا کر اور محض اپنی طرف سے پیشگوئیاں تراش کر کے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اور ہر روز یہ دعوے کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ الہام کیا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ہے حالانکہ خوب جانتا ہے کہ وہ اس بات میں جھوٹا ہے نہ اس کو کبھی الہام ہوا اور نہ خدا تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوا اور خدا اس کو ایک لعنتی انسان سمجھتا ہے مگر پھر بھی اسکی مدد کرتا ہے اور اسکی جماعت کو ترقی دیتا ہے اور ان تمام منصوبوں اور بلاؤں سے اسے بچاتا ہے جو دشمن اسکے لئے تجویز کرتے ہیں۔ پھر ایک اور دلیل ہے جس سے میری سچائی روز روشن کیطرح ظاہر ہوتی ہے اور میرا منجانب اللہ ہونا پایۂ ثبوت پہنچتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ مجھ کو کوئی بھی نہیں جانتا تھا یعنی براہین احمدیہ کے زمانہ میں جب کہ میں ایک گوشہ تنہائی میں اس کتاب کو تالیف کر رہا تھا اور بجز اس خدا کے جو عالم الغیب ہے کوئی میری حالت سے واقف نہ تھا۔ تب اسی زمانہ میں خدا نے مجھے مخاطب

کرکے چند پیشگوئیاں فرمائیں جو اسی تنہائی اور غربت کے زمانہ میں براہین احمدیہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع ہو گئیں اور وہ یہ ہیں۔ یا احمد انت مرادی ومعی سرّک سرّی۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس۔ انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق ینصرک اللہ فی مواطن۔ انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی۔ وانی جاعلک للناس اماما۔ ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء۔ یاتیک من کل فج عمیق یاتون من کل فج عمیق۔ ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ وقل رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین۔ اصحاب الصفۃ وما ادراک ما اصحاب الصفۃ۔ تری اعینھم تفیض من الدمع ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان۔ انی جاعلک فی الارض خلیفۃ۔ یقولون انّٰی لک ھٰذا۔ قل اللہ عجیب لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ ویقولون ان ھٰذا الا اختلاق۔ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ یعصمک اللہ ولو لم یعصمک الناس۔ انت باعیننا سمیتک المتوکل۔ وما کان اللہ لیترکک حتی یمیز الخبیث من الطیب۔ شاتان تذبحان وکل من علیھا فان۔ وعسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔

ترجمہ:۔ خدا مجھے مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید پس وہ وقت قریب ہے جو تیری مدد کے لئے لوگ طیار کئے جائینگے اور تجھکو لوگوں میں مشہور کیا جائیگا۔ تو مجھ سے وہ مرتبہ اور مقام رکھتا ہے جسکو دنیا نہیں جانتی۔ خدا ہر ایک میدان میں تجھے مدد دے گا۔ تو میری جناب میں عزت رکھتا ہے میں نے تجھے اپنے لئے چنا۔ میں بہت سے لوگ تیرے تابع اور پیرو کردونگا وہ اپنے مال سے تیری مدد کریں۔ دور دراز اور عمیق راہوں سے تجھے مالی مدد پہنچیگی۔ اور لوگ تیری خدمت میں دور دور کی راہوں سے آئیں گے پس تجھے لازم ہے کہ ان سے بدخلقی نکرے اور ان کی کثرت اور انبوہ اور ہجوم در ہجوم آنے سے تنگ نہ ہو جائے۔ اور یہ دعا کیا کر کہ اے میرے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تجھ سے بہتر اور کوئی وارث نہیں۔ خدا اصحاب الصفہ تیرے لئے مہیا کریگا اور تو جانتا ہے کہ کیا چیز اصحاب الصفہ ہیں تو دیکھیگا کہ ان کے آنسو جاری ہونگے اور وہ کہیں گے کہ اے میرے خدا ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ میں تجھے زمین میں خلیفہ بناؤں گا لوگ تحقیر کی راہ سے کہتے ہیں کہ تجھے یہ مرتبہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ انکو کہدے کہ وہ خدا عجیب قدرتوں والا خدا ہے جو کام وہ کرتا ہے کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ تو نے ایسا کیوں کیا اور وہ ہر ایک کے قول سے مواخذہ کریگا کہ تو نے ایسا کیوں کہا اور کہتے ہیں کہ یہ تو صرف بناوٹ ہے انکو جواب دے کہ خدا اس کاروبار کا بانی ہے پھر ان کو ان کی لہو و لعب میں چھوڑ دے۔ خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کیساتھ بھیجا تا اس دین کو سب دینوں پر غالب کرکے دکھلادے۔ یہ لوگ ارادہ کرینگے کہ جس نور کو خدا دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے اوسکو بجھا دیں مگر خدا اس نور کو پورا کریگا یعنے تمام مستعد دلوں تک پہنچا دیگا۔ اگرچہ کافر لوگ کراہت ہی کریں۔ خدا تمہیں ان کی شرارت سے بچائیگا۔ اگرچہ لوگ بچا نہ سکیں۔ تو میری آنکھ کے سامنے ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے اور خدا ایسا نہیں ہے کہ تجھے چھوڑ دے جبتک کہ وہ پاک اور پلید میں فرق کرکے نہ دکھلادے۔ دو بکریاں ذبح کی جائینگی۔ اور ہر ایک جو زمین پر ہے آخر اس نے مرنا ہے قریب ہے کہ ایک چیز کو تم برا سمجھو اور وہ چیز اصل میں تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور ممکن ہے کہ ایک چیز کو تم اچھا سمجھو اور وہ چیز تمہارے لئے بری ہو اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کونسی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور تم نہیں جانتے۔

اب جاننا چاہئے کہ ان الہامات میں چار عظیم الشان پیشگوئیوں کا ذکر ہے (۱) ایک یہ کہ خدا تعالیٰ نے ایسے وقت میں جبکہ میں اکیلا تھا اور کوئی میرے ساتھ نہ تھا اس زمانہ میں جسکو اب قریباً تیئس سال گذر چکے ہیں مجھے خوشخبری دیتا ہے کہ تو اکیلا نہیں رہیگا اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ تیرے ساتھ فوج در فوج لوگ ہو جائینگے۔ اور وہ دور دور راہوں سے تیرے پاس آئیں گے۔ اور اسقدر کثرت سے آئینگے کہ قریب ہے کہ تو ان سے تنگ جائے یا بد اخلاقی کرے مگر تو ایسا نہ کر۔ (۲) دوسری یہ پیشگوئی ہے کہ ان لوگوں سے بہت سی مالی مدد ملے گی۔ ان پیشگوئیوں کے بارہ میں ایک دنیا گواہ ہے۔ کہ جب یہ پیشگوئیاں براہین احمدیہ میں لکھی گئیں تب میں ایک تنہا آدمی گمنامی کی حالت میں قادیان میں جو ایک ویران گاؤں ہے پڑا تھا مگر بعد اس کے ابھی دس برس گذرنے نہیں پائے تھے کہ خدا تعالیٰ کے الہام کے موافق لوگوں کا رجوع ہو گیا۔ اور اپنے مالوں کے ذریعہ سے لوگ مدد بھی کرنے لگے۔ یہانتک کہ اب دو لاکھ سے زیادہ ایسے انسان ہیں جو میری بیعت میں داخل ہیں اور انہیں الہامات میں ایک تیسری پیشگوئی یہ ہے کہ لوگ کوشش کرینگے کہ اس سلسلہ کو معدوم کر دیں۔ اور اس نور کو بجھا دیں مگر وہ اس کوشش میں نامراد رہینگے۔ اب اگر کوئی شخص صریح بے ایمانی اختیار کرے تو اس کو کون روک سکتا ہے ورنہ یہ تینوں پیشگوئیاں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں ظاہر ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ ایک شخص گمنامی کی حالت میں پڑا ہے اور تنہا اور بیکس ہے اور کوئی ایسی علامت موجود نہیں ہے کہ وہ لاکھوں انسانوں کا سردار بنایا جائے اور نہ کوئی یہ علامت موجود ہے کہ لوگ ہزار ہا روپے اسکی خدمت میں پیش کریں پھر ایسی حالت میں ایسے شخص کی نسبت اس قدر اقبال اور نصرت الٰہی کی پیشگوئی اگر صرف عقل اور انکل کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے تو منکر کو چاہئے کہ نام لیکر اس کی نظیر پیش کرے بالخصوص جبکہ ان دونوں پیشگوئیوں کو اس تیسری پیشگوئی کے ساتھ ہی رکھا جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ بہت کوشش کرینگے کہ یہ پیشگوئیاں پوری نہ ہوں لیکن خدا پوری کرے گا تو بالضرورت ان تینوں پیشگوئیوں کو یکجائی نظر کے ساتھ دیکھنے سے ماننا پڑیگا کہ یہ انسان کا کام نہیں ہے۔ انسان تو یہ بھی دعوے نہیں کر سکتا کہ اتنی مدت تک زندہ بھی رہ سکے پھر چوتھی پیشگوئی ان الہامات میں یہ ہے کہ اون دونوں میں اس سلسلہ کے دو مرید شہید کئے جائینگے۔ چنانچہ شیخ عبد الرحمن امیر عبد الرحمن والئے کابل کے حکم سے اور مولوی صاحبزادہ عبد اللطیف خان صاحب امیر حبیب اللہ کے ذریعہ سے کابل میں شہید کئے گئے۔

اس کے سوا اور صدہا پیشگوئیاں ہیں جو اپنے وقتوں پر پوری ہو گئیں چنانچہ انکلیے مولوی حکیم نور الدین صاحب کو قبل از وقت خبر دیگئی کہ اون کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوگا اور اس کے بدن پر کئی پھوڑے ہونگے چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور وہ بچہ پیدا ہوا اور اوس کے بدن پر پھوڑے تھے مولوی صاحب موصوف اس جلسہ میں موجود ہونگے ان سے ہر ایک شخص حلفاً دریافت کر سکتا ہے کہ یہ بات سچ ہے یا نہیں۔ پھر سردار محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کا لڑکا عبد الرحیم نام بیمار ہوا۔ اور آثار ناامیدی ظاہر ہو گئے اور مجھے الہام کے ذریعہ خدا نے خبر دی کہ تیری شفاعت سے یہ لڑکا اچھا ہو سکتا ہے چنانچہ میں نے ایک شفیق نوع کے رنگ میں اسکے لئے بہت دعا کی اور وہ لڑکا اچھا ہو گیا۔ گویا مردہ زندہ ہوا۔ پھر ایسا ہی اونکا دوسرا لڑکا عبد اللہ خاں بیمار ہوا وہ بھی خوفناک بیماری میں پڑ کر موت تک پہنچ گیا اسکی شفا کی نسبت بھی مجھے خبر دیگئی اور وہ بھی میری دعا سے اچھا ہو گیا۔

اسی طرح اور بہت سے نشان ہیں اگر وہ سب لکھے جائیں تو ممکن نہیں کہ وہ مضمون دس دن میں بھی ختم ہو سکے۔ ان نشانوں کے گواہ ایک دو نہیں بلکہ کئی لاکھ انسان گواہ ہے یعنی میں نے ان نشانوں میں سے ڈیڑھ سو نشان اپنی کتاب نزول المسیح نام میں درج کیا ہے جو عنقریب شائع ہونے والی ہے وہ تمام نشان کئی قسم کے ہیں۔ بعض آسمان میں ظاہر ہوئے بعض زمین میں بعض دوستوں کے متعلق ہیں۔ بعض دشمنوں کے متعلق جو پوری ہو چکی بعض میری ذات کے متعلق ہیں۔ بعض میری اولاد کے متعلق اور بعض ایسے نشان بھی ہیں کہ وہ محض کسی دشمن کے ذریعہ سے معرض عمل میں ... ظہور میں آ گئے ہیں۔ جیسا کہ مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب فتح رحمانی میں اپنے پر میرے ساتھ مباہلہ کیا اور یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اوس کو ہلاک کر دے چنانچہ اس دعا کے بعد صرف چند دن گذرنے پائے تھے کہ مولوی صاحب مذکور آپ فوت ہو گئے اور اپنی موت سے میرے سچا ہونے کی گواہی دے گئے اور ہزارہا ایسے لوگ ہیں کہ بعض خوابوں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے میرا سچا ہونا ان پر ظاہر کر دیا۔ غرض یہ نشان اسقدر کھلے کھلے ہیں کہ اگر اون کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو انسان کو بجز ماننے کے بن نہیں پڑتا۔ اس زمانہ کے بعض مخالف یہی کہتے ہیں کہ اگر قرآن شریف سے یہ ثبوت ملے تو ہم مان لینگے۔ میں ان کے جواب میں کہتا ہوں کہ قرآن شریف میں میرے مسیح ہونے کے بارے میں کافی ثبوت ہے جیسا کہ میں کسی قدر لکھ بھی چکا ہوں۔ ماسوا اس کے اس شرط کو پیش کرنا بھی صریح زبردستی اور حکومت ہے کسی شخص کے سچا ماننے کے لئے یہ ضروری نہیں تاکہ اس کی کھلی کھلی خبر کسی آسمانی کتاب میں موجود ہو اگر یہ شرط ضروری ہے تو کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہوگی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کے دعوی نبوت پر سب سے پہلے زمانہ کی ضرورت دیکھی جاتی ہے پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ نبیوں کے مقرر کردہ وقت پر آیا ہے یا نہیں۔ پھر یہ بھی سوچا جاتا ہے کہ خدا نے اسکی تائید کی ہے یا نہیں پھر یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ دشمنوں نے جو اعتراض اٹھائے ہیں ان اعتراضات کا پورا پورا جواب دیا گیا یا نہیں جب یہ تمام باتیں پوری ہو جائیں تو مان لیا جائیگا کہ وہ انسان سچا ہے ورنہ نہیں اب صاف ظاہر ہے کہ زمانہ اپنی زبان حال سے فریاد کر رہا ہے کہ اس وقت اسلامی تفرقہ کے دور کرنے کے لئے اور بیرونی حملوں سے اسلام کو بچانے کے لئے اور دنیا میں گم شدہ روحانیت کو دوبارہ قایم کرنے کے لئے بلاشبہ ایک آسمانی مصلح کی ضرورت ہے۔ جو دوبارہ یقین بخشکر ایمان کی جڑھوں کو پانی دیوے اور اس طرح پر بدی اور گناہ سے چھوڑا کر نیکی اور راستی کیطرف رجوع دیوے۔ سو عین ضرورت کے وقت میں میرا آنا ایسا ظاہر ہے کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ بجز سخت متعصب کے کوئی اس سے انکار کر سکے اور دوسری شرط یعنی یہ دیکھنا کہ نبیوں کے مقرر کردہ وقت پر آیا ہے یا نہیں یہ شرط بھی میرے آنے پر پوری ہو گئی ہے کیونکہ نبیوں نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ جب چھٹا ہزار ختم ہونے کو ہوگا تب وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا سو قمری حساب کی رو سے چھٹا ہزار جو حضرت آدم کے ظہور کے وقت سے لیا جاتا ہے مدت ہوئی جو ختم ہو چکا ہے اور شمسی حساب کی رو سے چھٹا ہزار ختم ہونے کو ہے ماسوا اسکے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد آئیگا جو دین کو تازہ کرے گا اور اب اس چودہویں صدی میں سے [illegible] سال گذر بھی چکے ہیں اور